مکمل ناول

ہم دو...!

سحر ساجد

’’اگر تم یونیورسٹی میں پڑھتے ہو اور بری تمہاری قسمت کہ ہو بھی تم نیو بیچ سے تو T.T سے بچ کر رہنا۔‘‘

اس نے کتابوں کا وزن ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ پر منتقل کیا۔ شہادت کی انگلی سے ناک پر پھسلتی عینک کو درست کیا اور پھر بے حد ترحم بھری نظر اس ’’نیو بیچیئے‘‘ پر ڈالی تھی۔

"T.T?" حیرت سے سوال ہوا۔

’’ہاں...... T . T ......‘‘ سکون و متانت سے

em.com

مکمل ناول

ہم دو...!

سحر ساجد

''اگر تم یونیورسٹی میں پڑھتے ہو اور بری تمہاری قسمت کہ ہو بھی تم نیو بیچ سے تو T.T سے بچ کر رہنا۔''
اس نے کتابوں کا وزن ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ پر منتقل کیا۔ شہادت کی انگلی سے ناک پر پھسلتی عینک کو درست کیا اور پھر بے حد ترحم بھری نظر اس ''نیو بیچیے'' پر ڈالی تھی۔
"T.T?" حیرت سے سوال ہوا۔
''ہاں...... T . T......'' سکون و متانت ...

www.u...em.com

جواب دیا گیا۔

''یہ کیا ہے؟''

''گینگ......''

''گینگ......؟ اور یونی میں؟'' وہ اپنی ہمت کی آخری حد تک حیران ہوا۔

''ہاں...... گینگ اور یونی میں ہی......'' انداز اب کے سرگوشیانہ تھا۔

''ہیں کون......؟'' وہ بھی اب راز داری سے پوچھ رہا تھا۔ اس بے حد خطرناک سوال پہ سامنے موجود لڑکی کے حلق سے کچھ نیچے اترتا دکھائی دیا۔ نہ صرف دکھائی دیا بلکہ سنائی بھی دیا۔

اس لڑکی نے چور نظروں سے ارد گرد دیکھا اور پھر اسی سرگوشیانہ انداز میں بولی۔

''ٹپو اور......'' اور اس نے رک کر پھر سے اسی چور انداز میں دائیں بائیں دیکھا۔

''اور......'' اُدھر سے تجسس دیدنی تھا۔

''ٹینا......'' اور پھر نام یوں ادا ہوئے .... جیسے وہ ان دونوں کو اپنے دانتوں تلے کڑ کڑا کر اور پھر چبا کر رکھ دینا چاہتی ہو۔

''تمہیں کیسے معلوم ہوا؟'' وہ مشکوک نظر آیا اور اس سوال پر سامنے موجود لڑکی کے تاثرات رقت آمیز ہو گئے۔

'تم سے سینئر ہوں اور وہ مجھ سے سینئر...... ان کی ریگنگ بھگت چکی ہوں اس لیے اب ہر سال یہاں...... یونی کے گیٹ پر کھڑی تم جیسے سادہ، نئے، نئے تازہ، تازہ آنے والے چوزے...... میرا مطلب ہے اسٹوڈنٹس کو خبردار کرتی ہوں۔'' اور بات کرتے، کرتے اس نے ایسی سسکاری بھری جو کہ شبنم کو تڑپا دے اور میرا کو رُلا کر رکھ دے اور، اور دیا کی تو مت مار دے۔ ''ٹشو پلیز......'' اس نے منہ بسور کر کہا اور وہ اسے تو جیسے ہاتھ پاؤں پڑ گئے...... جلدی، جلدی لگا جیبیں کھنگالنے پر ٹشو ہوتا تو ملتا ناں......

''کوئی بات نہیں......'' اس حد سے پیاری بچی نے اب کی بار دوپٹے کے پلو سے کام چلا لیا تھا۔

''اپنا خیال......'' ہچکی...... '' رکھنا...... میں......'' سسکی...... ''چلتی ہوں۔'' وہ تو کہہ کر چلی گئی مگر اس کا دل بھی ساتھ ہی لے گئی۔ وہ اس کے پیروں سے الجھا چلا جاتا تھا۔ دوپٹے کے پلو سے بندھا چلا جاتا تھا۔ شریف معصوم سی بچی تھی۔

''اوہ گاڈ...... کیسی شریف معصوم سی بچی تھی۔'' روتی ہوئی تو اچھی نہ لگتی تھی، وہ تو ہنستی ہوئی ہی اچھی لگتی تھی۔

''اوہ گاڈ آج یونی میں پہلا دن...... اور پہلے دن ہی دل کا فیوز اڑا کر رکھ دیا تھا اس پیاری سی شریف سی بچی نے تو۔'' وہ دل پر ہاتھ رکھتا تکلیف سے لمبی لمبی سانسیں لیتا آگے کو بڑھ گیا۔ پر وہ بچی تھی کون...... ایسی شرافت کہ دنیا کے سارے شریفوں کی گُٹ لگانے کو جی چاہے۔ وہ معصومیت کہ سارے شہر کے معصوموں کو لائن میں لگا کر گولی سے اڑانے کو من چاہے۔ وہ معصومیت مارتی نہ تھی اثر کرتی تھی نہ گرفت...... بس پھڑکا کر رکھ دیتی تھی۔

سر پر سلیقے سے جما دوپٹا، پوری آستینوں کی قمیص، کندھے سے لٹکتا بیگ، سینے سے لگی فائل، آنکھوں پہ سیاہ فریم کا سستا سا چشمہ...... میک اپ سے عاری اتنا شفاف چہرہ کہ آئینہ شرما جائے۔ ہا...... فیوز تو پھر اڑنا ہی تھا تو وہ دل کو تھام، تھام کر چلتا تھا اور تکلیف سے لمبی، لمبی سانس بھرتا تھا۔ اس کے پیروں میں سکت نہیں رہی کہ وہ بلڈنگ تک کا رستہ ماپ سکیں...... دل کیا اس کے تو دماغ کا فیوز بھی اڑا ہوا لگتا۔ پر یہ فیوزڈ دل والے حضرت ہیں کون؟

☆☆☆

سلیقے سے بائیں رخ کی مانگ نکال کر، جیل لگا کر جمائے گئے بال، ہاتھ میں چند کتابیں، ڈریس شرٹ اور ڈریس پینٹ کہ جس کی کریز بڑی واضح تھی۔ صاف دکھتا تھا کہ پپو نے بڑی محنت لگا کر، جما، جما کر رکھ، رکھ کر استری ماری ہے...... شرٹ کی اوپری جیب سے جھانکتا گولڈن رنگ کا پین، کلائی پر بندھی گھڑی اور

...ہر ہے گولڈن ہی (غالباً ابا کی تھی)...... بوٹ اتنے ...ہ کہ رکو جھانکو اور لڑکے اپنا ہیر اسٹائل ٹھیک کر لیں تو ...یاں کا جل، مسکارا، گرد کی ذرا سی تہ تک ...س...... ہا...... وہ دور سے ہی ایسا پیارا پپو بچہ دکھتا تھا ...ہ بے ساختہ اسے دائیں، بائیں سے چھیڑنے کو جی ...ہتا تھا۔ ہاہاہا...... ارے ہاں، عینک بھی تو تھی یہ ...ٹے، موٹے عدسوں والی...... جسے آپ اگر غلطی ...ے لگا لیں اور لگا کر سامنے دیکھ لیں تو یک دم سارا ...ر گھوم جائے۔ پھر اس کے بعد آپ گھوم جائیں اور ...رام...... زمین بوس...... کچھ ایسا ہی نمبر تھا ان ...ہوں کا...... عینک چیخ، چیخ کر بلکہ بین ڈال، ڈال کر ...ی تھی کہ بچہ جو کہ اِک پپو بچہ ہے، وہ اک کتابی کیڑا ...ی ہے، ایسا کتابی کیڑا جس پر ہر وقت لیکچر مس ہونے ...خفقان طاری رہتا ہے اور ہر پل کو یوں جیتا .... کہ ...ے اگلے ہی پل میں امتحان ہونے والے ہوں تو طے ...کہ وہ اِک پپو بچہ تھا۔ اور وہ تھا بشارت علی......

پہلا دن تھا آج یونی کا اور پہلے دن ہی اسے کسی T... سے ڈرایا گیا تھا۔ سو وہ ہر پہلے نظر آنے والے ...ں کو گھورتا ہوا اور ہر دوسرے نظر آنے والے شخص ...ے بچتا ہوا اپنا مطلوبہ کمرا تلاشتا کاریڈور میں سے ...ورتا ہوا منہ اٹھا، اٹھا کر کمروں کے اوپر لکھے نمبروں کو ...تا ہوا جا رہا تھا کہ یک دم ٹھٹک کر رکا...... ہا...... ...وہ وہی تھی وہی تو تھی مسکراہٹ سکرا کر ایسے پیارے ...ت بھرے انداز میں کسی نیو بچے کو بھی گائیڈ کر رہی ...کہ پپو کا دل اِک بار پھر سے بھک سے اڑ گیا۔

''یہاں سے گزر کر دائیں طرف...... سیڑھیاں ...وہاں سے سیدھا چلے جائیں......'' وہ سمجھانے کے ...ہاتھوں کا استعمال بھی کرتی تھی اور بشارت علی کا اڑا ...فیوز اب ایک بار پھر سے اُڑ گیا۔ اس نے کالرز ...ھے کیے، اچھی خاصی جمی جمائی عینک کو پھر سے ...پر جمایا...... بالوں میں ہاتھ پھیرا اور پھر اس کی ...بڑھا تھا۔

''ایکسکیوزمی......'' اور وہ جاتے، جاتے پلٹی، مڑ کر دیکھا، دیکھ کر پہچانا اور پہچان کر بولی۔

''ارے آپ......'' وہ مسکرائی۔

''وہ یہ کمرا نمبر......'' اور وہ خواہ مخواہ میں بوکھلایا اب ایسی مسکراہٹ کو کون سہے...... کون دل پہ ہوتے وار کو برداشت کرے۔

''یہ، یہ تو اچھا چلے آئیں، میں آپ کو چھوڑ دیتی ہوں۔'' وہ اسے سمجھاتے، سمجھاتے رکی اور رک کر کہا۔ تو گویا گنجے کو مل گئے ناخن۔ اسے بھلا اور کیا چاہیے تھا۔ وہ خوشی، خوشی اس کے پیچھے، پیچھے اور وہ بولتی ہوئی آگے، آگے۔

''آپ کا نام......؟''

''بشارت علی۔''

''اچھا نام ہے۔''

''اوہ...... اوہ آپ تو اس سے بھی اچھی ہیں۔'' وہ الگ بات کہ بشارت علی یہ کہہ نہیں پایا محض ہکلا کر رہ گیا تھا۔

''انٹر کس میں کیا ہے؟'' وہ مختلف راہداریوں میں گزرتے ہوئے کبھی اوپر کبھی نیچے جاتے۔ کبھی اِک کاریڈور سے نکل کر دوسرے میں داخل ہو جاتے اور وہ سوال پر سوال پوچھے چلی جاتی تھی اور بشارت علی دنیا و مافیہا سے بے خبر جواب دیے چلا جاتا تھا۔

''یہ رہا آپ کا کلاس روم......'' بالآخر وہ اِک کمرے کے سامنے رکتے ہوئے بولی تھی۔

''بہت، بہت شکریہ......'' بشارت علی تشکر سے ادھ موا ہوا چاہتا تھا۔

''ارے نہیں، نہیں شکریے کی کیا بات ہے۔ یہ تو میرا فرض تھا ناں......'' اُدھر سے عاجزی کا ایسا مظاہرہ ہوا کہ بشارت علی اش، اش کر اٹھا۔

''یا میرے اللہ...... کہاں ملتے ہیں آج کے دور میں اس طرح کے لوگ...... خصوصاً لڑکیاں۔'' تو بشارت علی اس کو ہاتھ سے جانے دینا نہ چاہتا تھا۔ ویسے بھی پپو اب بڑا ہو گیا تھا۔ یونی تھی، جوانی تھی اور سامنے اِک عدد شریف لڑکی...... ٹرائی مارنے میں حرج

www.urdugem.com

السلام علیکم

ہمیں اپنے بلاگز (ویب سائیٹ) FAMOUS URDU NOVELS, BOOKS BANK

PRIME URDU NOVELS, FREE URDU DIGEST, READING CORNER

کے لئے ناول رائیٹرز کی ضرورت ہے۔ اگر آپ ہمارے بلاگز پر اپنا ناول، ناولٹ، افسانہ، کالم،

آرٹیکل، شاعری پوسٹ کروانا چاہیں تو ہم سے رابطہ کریں۔ اپنی تحریر اردو میں ٹائپ کر کے ہمیں بھیجیں۔

آپ کی تحریر ایک ہفتے کے اندر پوسٹ کر دی جائے گی۔ مزید تفصیلات کے لئے انباکس میں رابطہ

کریں یا ای میل کریں یا ہمارے گروپ اور پیج پر رابطہ کر سکتے ہیں۔ یا واٹس ایپ پر بھی کانٹیکٹ کر سکتے ہیں۔

Wats app No :- 03335586927

Email address :- aatish2kx@gmail.com

Facebook ID :- www.facebook.com/aatish2k11

Facebook Group :- FAMOUS URDU NOVELS AND DIGEST

SEARCH AND REQUEST FOR NOVELS, NOVELS DISCUESSION

ہی کیا تھا۔ آخر کو اسے بھی دنیا جینے کا حق ہے۔ چلو وہ ذرا پپو ہے تو کیا ہوا؟ کیا پپوؤں کا دل نہیں ہوتا؟ ہوتا ہے اور بالکل ہوتا ہے۔

''آپ کی کیا خدمت کرسکتا ہوں۔'' اور اسی ایک دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر پپو...... مطلب بشارت علی نے پوچھا۔

''ارے نہیں، میں نے کہا ناں یہ میرا فرض تھا۔'' وہ مسکرائی۔ مسکرائی کیا سمجھو کہ بجلی گرائی۔ بشارت علی اب کی بار یوں جان سے گیا کہ ہائے بھی نہ کہہ سکا۔

''دیکھیں آپ نے میری اتنی مدد کی...... پہلے یونی کے گیٹ پر پھر کلاس روم ڈھونڈ نے میں...... میں آپ کو یوں تو نہیں جانے دے سکتا تھا ناں......'' اور کیا انداز تھا۔ واللہ...... کیا انداز تھا کہ جس انداز میں پپو ٹھنکا تھا۔ اور مقابل کا سرخ ہوتا چہرہ......

''اب آپ اتنا اصرار کرتے ہیں تو......'' اور اس تو کے بعد اس نے دوپٹے کا کونا دانتوں تلے دبایا۔ ایسا مشرقی انداز اف، اف اور پھر سے اُف......

''وہ ہمیں برگر پسند ہے۔'' وہ پپو سے بھی بڑھ کر ٹھنکی۔

''چلیں جو آپ کی پسند...... تو چلیں۔''

''چلیے......'' اور وہ شاداں و فرحاں بشارت علی کے ساتھ، ساتھ چل دی۔ کینٹین پہنچ کر اس نے بشارت علی کے لیے کرسی کھینچی اور بشارت علی...... اوہ خدایا...... کس قدر خوب صورت دن تھا آج کس قدر کہ ایک لڑکی، لڑکی بھی وہ جو شرافت کا پہلا مطلب اور خوب صورتی کا دوسرا عنوان تھی نجانے کے لیے کرسی کھینچی تھی۔

''میں آرڈر دے کر آتی ہوں۔''

''ارے آپ......'' مگر وہ یہ جا، وہ جا...... اس نے سنا ہی نہیں کہ بشارت علی کیا کہنا چاہتا تھا۔ پندرہ منٹ گزرے، بیس منٹ، پچیس منٹ اور بشارت علی اٹھا ہی چاہتا تھا کہ اس نے جھلک دکھائی، مسکرائی، ہاتھ کے اشارے سے دو منٹ کا کہا اور پھر سے غڑاپ، غائب...... گھڑی کی سوئیاں پھر سے بوجھل ہوگئیں، چلتی ہی نہیں تھیں۔ اِک سیکنڈ اِک منٹ برابر پھر سے پانچ منٹ گزرے پھر دس منٹ پھر پندرہ پھر بیس اور وہ اٹھا ہی چاہتا تھا کہ اچانک رخ انور سامنے آیا۔ وہ اِ کی بار بیچارگی سے مسکرائی۔ اردگرد پھیلے جم غفیر کی طرف اشارہ کیا۔ بشارت علی نے ''میں آؤں'' کا اشارہ اور اس نے پھر سے ہاتھ کی مدد سے کہا۔ ''پانچ منٹ۔'' لو جی وہ اک بار پھر سے غائب ہوگئی تھی چھومنتر اور یوں ہی لکا چھپی میں اک گھنٹا پار...... اک گھنٹے بعد وہ پھر سے برآمد ہوئی لیکن یہ دیکھ بشارت علی کا منہ کھلا وہ خالی ہاتھ تھی۔

''ہیں......؟'' تو وہ کر کیا رہی تھی آخر......

''کیا ہوا؟''

''وہ......'' اس نے انگلیاں چٹخائیں۔

''بولو ناں......''

''یہ......'' وہ لگی اب ہونٹ چبانے۔

''آخر آپ کچھ کہتی کیوں نہیں......'' بشارت علی پاگل ہونے کے قریب تھا۔

''وہ ...... میں ...... میرا والٹ گھر......'' رک رک کر بحرِ شرمندگی میں غوطے کھا، کھا کر اس نے آدھی ادھوری بات کہی۔

''اوہ......'' اور بشارت نے یوں سانس لی جیسے یہ مسئلہ تو کوئی مسئلہ تھا ہی نہیں۔

''بل میں پے کر دوں گا......'' وہ والٹ نکالتے ہوئے بولا۔

''بل آپ پے کردیں گے؟'' اسکی چمک آنکھوں میں اور ایسی چہک آواز میں کہ پپو یعنی بشارت حیرت سے دیکھتا رہ گیا۔

''ہیے......'' اس نے ہاتھ اٹھا کر کسی کو اشارہ کیا۔ کینٹین والا لڑکا متوجہ ہوا۔ ''بل یہ پے کریں گے آرڈر لاؤ......'' انداز تحکم بھرا...... لہجہ گرنٹ مارا ہوا...... اور بشارت علی ابھی تک والٹ جیب سے نکالتا، نکالتا وہیں پہ رکا ہوا تھا۔ وہ کچھ، کچھ اور طرح کی محسوس ہوتی تھی اور ابھی وہ اس کچھ، کچھ کے بارے میں سوچ ہی رہا تھا کہ آرڈر آ گیا تھا اور جیسے، جیسے آرا، ...

...کے قریب آرہا تھا...... بشارت یعنی کہ پپو کی سانس ...ہی اوپر جا رہی تھی۔ وہ دو بھاری بھرکم ٹرے تھیں جو ...برگرز سے بھری پڑی تھیں۔

''یہ، یہ......'' حواس سلب، رنگت بھک سے ...ی اور وہ بے اختیار ہکلایا...... وہ شرافت کی پڑیا ...رائی...... سر سے دوپٹا اتار کر گلے میں بل دے کر ...نوں سرے آگے کو پھینکے۔ کرسی کھینچ کر بیٹھی ....نوں انگلیاں منہ میں ڈال کر سیٹی ماری اور ان برگرز کو ...ل کرنے والی عوام ہر کونے، ہر جگہ سے ابل ...ی۔ پپو کی پہلے آنکھیں پھٹیں اور پھر دل بھی پھٹنے کو ...نظر آیا۔ اسے گرا بھی تک ہارٹ اٹیک نہیں آیا تو ...ل وجہ وہ شدید قسم کی حیرت تھی کہ جس کا شکار ہو کر وہ ...ی بت کے مانند کھڑا دکھائی دیتا تھا۔ وہ لڑکے ...کیوں کا ایک گروپ تھا جو کہ ٹرے میں سے ایک، ...ک برگر اٹھا کر وہیں پڑی کرسیوں پر ڈھیر ہو رہا تھا اور ...ک، ایک برگر کے اٹھنے کے ساتھ، ساتھ ہی پپو کی ...ح انچ، انچ کے حساب سے نکلتی تھی...نکلی جا رہی تھی۔

''اوئے۔'' کسی نے اس کے کندھے پر ہاتھ ...ا۔ وہ میکانکی انداز میں کھلے منہ کے ساتھ ہی مڑا۔

"encounter toT.T" اس نے آنکھ ...ی اور اس کا کھلا منہ کچھ اور کھلا...... اور اب دل کا ...نہیں دماغ کی ڈی پی اڑ گئی تھی۔ بلکہ اڑا کر رکھ دی ...ی ان ظالموں نے۔

''ریگنگ مبارک......'' کوئی دوسرا اس کے ...ھے پر ہاتھ مار کر کہتا ہوا اس گروپ کی جانب بڑھا ...اور وہ...... وہ شرافت کی پڑیا...... وہ ہنس، ہنس کر ...ی ہو رہی تھی اور کہہ رہی تھی۔

''یہ، یہ پپو......'' اور وہ اک بار اور دُہری ہوئی۔ ...مجھے لائن مار رہا تھا۔'' اور وہاں اک قہقہہ پڑا۔

''یہ جس انداز میں ٹھنکا تھا ناں......'' اور اب کی ...اس نے پپو کی نقل اتاری اور لوٹ پوٹ ہوگئی۔ نہ ...ک وہ بلکہ اس کے ساتھ موجود وہ برگر خور عوام جو کہ ...نی کہ بشارت علی کو آدم خور لگ رہے تھے، وہ بھی لوٹ پوٹ ہوئے تھے۔ وہ بھرے منہ کے ساتھ ہنستے ہوئے اور بولتے ہوئے داستان سناتی جا رہی تھی اور وہ پپو گدھے کی دولتی کھائے انسان کے مانند کھڑا حق دق، ہکا بکا اس پٹاخے کو دیکھ رہا تھا۔ آخر وہ شرافت کی پڑیا، معصومیت کا چورن اور خوب صورتی کی معجون...... وہ آخر تھی کون؟

وہ...... وہ ٹیٹا تھی۔

تو۔ ''ہمیں برگر پسند ہے۔'' کا مطلب یہ تھا۔ پپو کو اب سمجھ آیا تھا۔ تو اک گنجا نئے، نئے ملنے والے ناخنوں سے اپنا سر کھجاتا کیا...... لہولہان کرتا نظر آیا تھا۔

☆☆☆

''سالے کتے (فحش گالیاں)'' وہ پھٹے ہوئے ہونٹ کو اُدھڑے ہوئے کف سے صاف کرتا تڑ، تڑ گالیوں کے فائر کرتا چلا آ رہا تھا۔

''خبیث کہیں کے......'' تڑ...... اور اِک اور گالی فائرڈ...... پپو جو کہ صدمے سے نڈھال تھا قریب المرگ تھا اور یوں دکھائی دیتا تھا کہ جیسے اس کے خون کا بس آخری قطرہ ہی تو نہ نچوڑا گیا تھا۔ باقی سب تو چوس لیا گیا تھا۔ ہاں بھئی، جب جیب اک بھاری بھرکم ایسا بل ادا کرتی ہے جو کہ آپ نے پہلی، پہلی ٹرائی مارنے کی ناکام کوشش میں بھرا تو حال کچھ ایسا ہی ہوتا ہے کہ ٹرائی الٹی پڑ کر منہ پر کسی گھونسے کے مانند آن لگی تھی۔ تو اس قریب المرگ اور صدمے سے چور، چور انسان نے اس تڑ، تڑ گالیاں فائر کرتے انسان کو نظر اٹھا کر دیکھا۔

شرٹ کا ایک حصہ پینٹ سے باہر تھا۔ حلیہ ابتر:: اُدھڑا ہوا کف، پھٹا ہوا کالر، ماتھے پر گومڑ چہرے پر جگہ، جگہ brulses اور اک لمبی سرخ سی لائن کی صورت میں scratch ہونٹ تو پھٹا ہوا تھا ہی، آنکھوں کے پاس بھی کسی نیل کا گمان سا گزرتا تھا۔ بشارت کو اپنا صدمہ بھول گیا اور وہ اِک بار پھر سے منہ کھول کر اس اجڑے پجڑے ادھڑے سے مگر تڑ، تڑ گالیوں کے فائر کرتے انسان کو تکنے لگا۔ اس نے ہپ پاکٹ سے سگریٹ کی ڈبیا نکالی...... کراہ کر دھڑام سے

www.urdugem.com

بشارت کے پہلو میں گرنے کے سے انداز میں بیٹھا۔ سگریٹ سلگائی۔ اِک کش لیا...... دھواں باہر پھینکا۔ ساتھ میں اک گالی بھی...... دوسرا کش اک اور گالی اور ایسی گالی کہ اب کے دھواں اس اجڑے پجڑے ادھڑے سے انسان کے منہ سے نہیں پپو کے کانوں سے نکلا تھا...... اس کا بچ جانے والا آخری خون کا قطرہ سمٹ کر اس کے منہ پر آ جمع ہوا تھا۔

وہ کھلے منہ کے ساتھ اسے دیکھ رہا تھا۔

''کیا۔ کیا ہے؟'' یوں کیوں گھور رہے ہو؟'' اور بشارت کے یوں منہ کھول کر دیکھنے پر وہ اجڑا پجڑا شخص تڑخ کر بولا تھا۔ بشارت نے ہکلا کر بے اختیار منہ بند کیا تھا۔

''خدا غارت کرے اس T.T کو...... پھوٹ ڈلوائے ان میں اور وہ ٹینا...... اس کے منہ پر یہ موٹے، موٹے پھپھولے نکلیں ایسے کہ کسی کو منہ دکھانے کے لائق نہیں رہے۔''

''آ...... مین......'' اور یہ خشوع وخضوع سے آمین کہنے والی آواز یقیناً بشارت علی کی تھی۔ اس نے حیرت سے مڑ کر بشارت کو تکا چند لمحے تکتا رہا اور پھر بولا۔

''تم بھی......؟''

''کیا تم بھی......؟''

''میرا مطلب ہے کہ تم بھی...... T.T کی چوٹ کھائے ہوئے ہو؟'' اور بشارت علی نے خواہ مخواہ ہی گلا کھنکھارا اور ایسے کھنکھارا کہ جس میں اعتراف کا عنصر نمایاں تھا۔

''یہ، یہ حال دیکھ رہے ہو میرا......؟'' اس شخص نے سگریٹ پرے پھینکا اور طیش سے اپنے حال کی طرف اشارہ کیا۔

''یہ ان خبیثوں...... بدتمیزوں نے کیا ہے اور وہ ٹینا۔'' اور اس نے دائیں ہاتھ کا مکا بائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر مارتے ہوئے یوں دانت پیسے کہ.... جیسے دانتوں تلے ٹینا ہی تو تھی۔

''خدا کرے گنجی ہو کر مرے۔''

''آ...... مین......'' اِک بار پھر خشوع وخضو[ع] سے آمین کہا گیا۔ بشارت علی کی طرف سے۔

''تمہیں کیوں پیٹا انہوں نے؟'' پپو نے ناک سے پھسلتی عینک کو درست کرتے ہوئے...... حد درجہ معصومیت سے پوچھا۔

''میں نے ان کی بات ماننے سے انکار کر دیا تھا۔''

''کون سی بات؟''

''چھوڑ دناں یار...... تم بتاؤ لگتا ہے تم بھی ان کے ستائے ہوئے ہو؟''

''ہاں۔'' اور پپو کا لٹکا ہوا منہ کچھ اور لٹک گیا۔

''چل آ جگرا اپنے غم کو ''پی'' کر غلط کرتے ہیں۔''

''کیا؟'' پی ی کر...... نہیں نہیں میں ایسا ویسا نہیں ہوں۔'' پپو بری طرح سے بدکا تھا۔

''ابے تیری تو......'' وہ اک اور دھواں دار گالی نکالتے نکالتے رکا تھا۔

''اوئے پاکباز...... حاجی، مولانا چل آ تجھے آن ٹُن ہونے کا حلال طریقہ بتاتا ہوں۔''

''ٹن ہونے کا حلال طریقہ......؟'' اور پپو کا منہ کھلا تو پھر...... آخری حد تک کھلتا چلا گیا۔

''ہیں؟ یہ کب ایجاد ہوا۔ بھلا بتاؤ کیا حلال طریقے سے بھی ٹن ہوا جا سکتا تھا؟'' وہ شدید حیران تھا اور معلوم نہیں کیوں وہ حیران ہو کر شدید بے وقوف دکھتا تھا۔

''ہاں، ٹن ہونے کا حلال طریقہ...... آ جا۔'' وہ اس کے گلے میں بازو ڈال کر اسے زبردستی لے چلا تھا۔

☆☆☆

''پہلوان دی پیڑے والی خالص لسی....'' وہ کبھی اس بورڈ کو اور کبھی اس مجروح نوجوان کو تکتا اور بے حد حیرت سے تکتا تھا۔

''اچھا...... تو یہ تھا ٹن ہونے کا حلال طریقہ...''

''چل آ جا...... عیاشی کرتے ہیں۔'' وہ اس کے کندھے پر ہاتھ مار کر کہتے ہوئے آگے بڑھ گیا اور

...ں کی پیروی کو آمادہ ہی نظر آتا تھا کہ یک دم اچانک بے اختیار وہ اِک زور کا جھٹکا کھا کر رک گیا تھا۔

''کہیں یہ نہ ہو کہ وہ اِک بار پھر سے الو بنا لیا جائے...... اک بار پھر سے اسے ماموں بنا دیا جائے اور اب کی بار وہ دھر لیا جائے کہ جیب اب خالی ہے...... نہیں، نہیں وہ اتنا پاگل ہے کہ اک بار پھر سے بنے، ماموں بنایا جائے...... نہیں، اس بار نہیں، ہرگز بھی نہیں......'' اس نے ایک کینہ توز نظر آگے جاتے انسان کو دیکھا...... دوسری نظر دکان کے بورڈ پہ ڈالی اور...... اباؤٹ ٹرن...... وہ الٹے قدموں مڑا اور واپس...... ایک دفعہ تو وہ معصومیت میں مارا گیا۔ اب کی بار...... ''آئے کوئی مائی کا لال اور بنائے اسے ہو...... اس کی تو ایسی کی تیسی......'' اس نے خواہ مخواہ ہی دانت پیسے تھے اور اس کا آخری بچ جانے والا خون کا قطرہ سمٹ کر پھر سے منہ پہ جمع ہو گیا تھا۔

''اوئے، اوئے جگر، کدھر......؟'' اس مجروح نوجوان نے آواز لگائی، نہ صرف آواز لگائی بلکہ پیچھے سے آ کر، کندھے پر ہاتھ رکھ کر اسے روکنے کی کوشش بھی کی اور پپو نے طیش جذبات سے لبریز ہو کر اس کا ہاتھ یوں جھٹکا کہ وہ بیچارہ، اللہ کا بندہ منہ کھول کر اسے تکنے لگا۔

''تم، تم سمجھتے ہو میں پاگل ہوں، کھوتا ہوں، بجھر ہوں کیا؟ جو پھر سے دھوکا کھاؤں۔''

''دھوکا؟ کیسا دھوکا؟'' وہ انت حیرت سے سوال کرتا تھا اور اس سوال پر پپو نے تیوریاں چڑھا لیں۔ ناک کے نتھنے پھلا لیے اور لو جی......! پپو تیار تھا، اِک ...تیار تھا، لڑنے بھڑنے اور مرنے تک کو...... اس کے بعد جو بشارت علی عرف پپو شروع ہوا تو ٹینا سے لے کر جیب خالی ہونے تک ساری داستان سنا کر دم لیا...... وہ اک لمحے کے لیے کھلے منہ سے اسے تکتا رہا اور پھر کھل کر قہقہہ لگایا تھا۔

''تجھے شک ہو رہا...... چل آ تیرا شک دور کروں......'' وہ اِک بار اسے زبردستی دکان کے کاؤنٹر تک لایا تھا۔

''ان صاحب کا بل میری طرف سے ہوگا اور یہ رہا ایڈوانس......'' اس نے چند نوٹ کاؤنٹر پر رکھتے ہوئے بڑے طنزیہ انداز میں پپو کو دیکھا تھا۔ اور پھر اپنے، اپنے غم کو غلط کرنے کے لیے ان دونوں نے یوں جام پہ جام چڑھائے کہ ساقی نے ان کے سامنے ہتھ جوڑ لیے تھے۔

☆☆☆

''ابھی زندہ ہوں تو......'' ہچکی...... ''جی لینے دے......'' ہچکی۔ ''بھری برسات......'' ہچکی...... ''میں......'' ہچکی...... ''پی لینے دے۔''

قدم غیر متوازن، چال لڑھکتی ہوئی، خود وہ... بدمست ہوا...... اک قدم آگے چلتا...... دو قدم پیچھے کو آتا...... اور ہر دو قدم پیچھے آنے کے بعد وہ سوچتا کہ آخر اسے جانا کہاں ہے...... اور یوں رک، رک کر سوچنے پر بھی...... سمجھ نہ آتا کہ آخر جانا کہاں ہے؟ منہ سے ابا کے زمانے کے گانے یوں برآمد ہو رہے تھے کہ جیسے گھٹی میں اسے یہ گانے ہی تو چٹائے گئے تھے۔

''نشہ شراب......'' ہچکی...... ''نہیں...... نشہ لسی میں......'' ہچکی۔ ''ہوتا تو...... ناچتی بوتل'' لسی یاد تھی پر یہ یاد نہ تھا کہ بوتل میں نہیں لسی گلاس میں پی تھی۔ احمق نہ ہو تو...... وہ اب تک کسی نالی یا گٹر کنارے گرا پڑا... مدہوش ہو چکا ہوتا اگر ان دو، ہاتھوں نے اسے تھام نہ رکھا ہوتا تو اور وہ دو ہاتھ اسے ہاسٹل ''پھینکنے'' میرا مطلب چھوڑنے جا رہے تھے اور اب آپ سوچتے ہوں گے کہ لسی پینے سے مانا نیند آتی ہے پر ایسا اور اتنا نشہ......؟ یہ کچھ زیادہ نہیں ہو گیا... تو سنیں یہ بالکل بھی زیادہ نہیں ہوا ہے کیونکہ......

''کہاں لے کر جا رہے ہو...... چھوڑو، چھوڑو مجھے۔'' وہ ان دو ہاتھوں میں یوں مچلا کہ بس......

''اوئے خواہ مخواہ میں کیوں نرگس بنا جا رہا ہے۔ چھوڑو، چھوڑو تو یوں کر رہا ہے کہ جیسے سالا...... ہاسٹل چھوڑنے جا رہا ہوں تجھے۔'' اس نے ایک جھٹکا اس

www.ur em.com

لہراتے، بل کھاتے، لڑکھڑاتے ہوئے پپو کو دیا اور پپو.....

''لوگ کہتے۔'' ہچکی۔ ''میں۔'' ہچکی۔ ''شرابی ہوں.....'' اور اب کی بار پپو کی حالت پہ وہ بازو میں منہ دے کر ہنسا تھا۔

''میں شرابی۔'' ہچکی..... ''شرابی.....''

اور پھر اسے ایک نہیں دو نہیں..... تین نہیں ایک ساتھ کئی، کئی وجود نظر آنا شروع ہو گئے تھے۔

''یہ، یہ سب..... کک..... کون ہیں؟'' اس نے پوچھنا چاہا مگر وہ سب کے سب اس کے دائیں بائیں جمع ہونا شروع ہو گئے تھے۔

''چل اوئے..... چل اپنے ہاسٹل.....'' کسی اِک نے کہا تھا۔

اور پپو نے آنکھیں مل مل کر ہاسٹل کا گیٹ ڈھونڈنا چاہا تھا مگر گیٹ نظر نہیں آتا تھا وہاں بس دھندلی سی اک دیوار سی دکھائی دیتی تھی۔

''چل ناں.....'' اس مجروح انسان نے اسے آگے کو دھکا دیا تھا۔ اور پپو بدکے ہوئے گھوڑے کی طرح اٹک گیا۔ وہ، وہ ٹوٹی ہوئی دیوار پھاندنا نہیں چاہتا تھا جبکہ وہ سارے اسے مجبور کرتے تھے کہ پپو ایسا ہی کرے..... پھر جب پپو بالکل ہی اڑیل گھوڑا ہو گیا بلکہ خچر ہو گیا تو دونے اسے ٹانگوں سے پکڑا..... دونے بازوؤں سے اور سائیں، سائیں کرتے ہاسٹل میں لا پھینکا تھا۔ وہ بھی رات بارہ بجے اور پھر وہ سب یوں ہاتھوں پر ہاتھ مار کر ہنسے تھے کہ جیسے اس اندھیری رات میں ہزاروں دیو جاگ اٹھے ہوں۔ کئی گھوڑے اکٹھے ہنہنا اٹھے ہوں۔ پر سوال یہ کہ وہ ادھڑے ہوئے کف، پھٹی ہوئی کالر والا شخص کہ جس کا زخم، زخم چہرہ اس کی مظلومیت کی داستان سناتا تھا۔ وہ، وہ آخر تھا کون.....؟ وہ..... وہ..... پپو تھا تو قارئین پپو نے، ''پپو'' کو بھنگ ملی لسی پلائی تھی تو وہ اِک بار پھر سے ''ماموں'' بن گیا تھا۔ اور پپو نے بس اسی پر بس نہ کیا تھا بلکہ.....

☆☆☆

بڑی پیاری سی میٹھی سی، مدھری مدھوش سی، گدگداتی سی نیند آئی کہ یک دم..... ''آ..... ؤ..... چ۔'' اِک زوردار نسوانی چیخ کی آواز اور اس کی پیاری سی میٹھی سی، مدھری، گدگداتی سی نیند شیشے کے چھناکے کی طرح ٹوٹی تھی..... وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا تھا اور اٹھ کر جیسے ہی سامنے نظر پڑی تو..... تو وہ بھی اسی کی طرح..... ''آؤ..... چ، کر کے چیخنا چاہتا تھا۔ مگر یہ کہ یہ ''آؤچ'' وقوع پزیر نہ ہو سکی تھی اور پپو کے گلے میں ہی پھنس کر رہ گئی تھی۔

''لڑکی.....؟ اور وہ بھی بوائز ہاسٹل میں؟''

وہ آنکھیں پھاڑے اس نسوانی وجود کو تکتا تھا اور اس کے اسی تکنے کے تسلسل میں اس جیسی دوسری ڈھیر مخلوق آؤچ کی آواز پہ جمع ہو چکی تھیں۔ پپو کا منہ اتنے ڈھیر سارے نسوانی وجود دیکھ کر کھلا تو بس پھر کھلتا ہی چلا گیا۔ اس نے آنکھیں ملیں..... پلکیں جھپکیں..... ڈھونڈ ڈھانڈ کر چشمہ برآمد کیا مگر وہ وجود نسوانی کے نسوانی رہے۔

''یا الٰہی یہ ماجرا کیا ہے؟'' وہ رو دینے کو تھا اور رو کر فریاد کرنے کے واسطے آسمان کی طرف منہ اٹھایا ہی تھا کہ اسے پہلے 440 وولٹ کا جھٹکا لگا اور پھر کرنٹ لگا۔ یوں جیسے کسی نے رکھ کر کس کر اس کے منہ پر اک ہاتھ کا تھپڑ دے مارا تھا۔ وہ عمارت کی داخلی سیڑھیوں کے پاس گر اپڑا سو رہا تھا اور اس عمارت کے ماتھے پر آویزاں وہ بورڈ..... اور اس بورڈ پر لکھے بلکہ جگر، جگر کرتے وہ الفاظ.....

''گرلز ہاسٹل.....'' وہ بشارت علی سے پپو ہوا اور اب پپو سے مجسمہ ہو گیا تھا..... اس کا رنگ فق ہوا، ہاتھ ٹھنڈے پڑے اور پھر دل اس قدر زور سے دھڑکا کہ وہ چکرا کر ایک بار پھر ان ہی سیڑھیوں پر جا گرا تھا تو خون کا آخری قطرہ بھی گیا۔

اور اب کی بار ایک نہیں کئی آؤچ..... ایک ساتھ گونجی تھیں تو پپو نے بس بھنگ والی لسی پر بس نہیں کیا تھا بلکہ اسے وہاں پر لا کر مارا تھا کہ جہاں پانی بھی نہیں مل سکتا تھا۔

"encounter toT.T2"

☆☆☆

پپو اور ٹینا..... آپ ایک کو چھپا لیں اور دوسرے کو نکال لیں۔ ایک جیسے خباثت بھرے ذہن اک سے خبیث وہ دونوں شرارتوں میں آج سے نہیں بچپن سے دماغ چلتا تھا اور کیا خوب چلتا تھا۔ دونوں کے گھر آمنے سامنے تھے۔ پپو جب ساڑھے تین سال کا ہوا تو ماں نے اسکول میں داخل کرا دیا دو ماہ چھوٹی ٹینا کو اس کی ماں نے اس بنا پر ٹینو کے ساتھ، اسی اسکول میں داخل کرا دیا کہ بچی کو ساتھ مل جائے گا اور وہ اکیلی نہ ہو گی اور پھر یہ ساتھ جو شروع ہوا تو ابھی تک جاری و ساری تھا۔ یہ سارا فتنہ وہیں سے تو شروع ہوا تھا۔ نہ دونوں اک ساتھ اسکول میں داخل ہوتے، نہ ساتھ، ساتھ اسکول جاتے نہ دوستی ہوتی اور نہ یہ فتنہ..... ریگنگ تو ختم تھی ان دونوں پر، ایسے، ایسے پلانز اور وہ..... وہ طریقے کہ الامان والحفیظ..... جونیئرز ان سے ڈرتے تھے تو سینئرز ہاتھ باندھتے تھے۔ دوستی عجیب تو کیمسٹری غضب ایسی اور اتنی مضبوط کہ پپو منہ کھولے اور ٹینا جان لے کہ وہ کیا کہنے والا ہے۔ ٹینا ایک ٹیکسٹ کرے اور پپو جان لے کہ کس موڈ میں پیغام بھیجا گیا ہے اور کس مقصد کے تحت بھیجا گیا ہے۔ یک جان دو قالب والی مثال ان پر فٹ نہیں آتی تھی کیونکہ ان کا تو قالب بھی اک سا ہی لگتا تھا۔ وہ دوست ایسے تھے کہ کسی داستان کے کردار لگتے تھے اور دوستی ایسی بھی کہ اس پر داستان لکھنی بنتی تھی وہ پپو اور ٹینا..... دوست اور دوستی کا انت.....

''یہ کیسے تمہیں بد دعائیں دے رہا تھا ناں..... اس کے منہ پر یہ موٹے، موٹے پمپلز نکلیں..... ہاہاہا.....'' اِک نے کہا اور وہاں قہقہے ابل پڑے۔

''کسی کو منہ دکھانے کے لائق نہ رہے۔'' کسی دوسرے نے ٹکڑا لگایا اور قہقہے اور شدت سے گونجے۔

''اور وہ پپو کیسے آمین، آمین کہہ رہا تھا۔''

''خدا کرے گنجی ہو کر مرے۔'' کسی تیسرے کے کہنے پر وہ..... گنجی ہو کر مرنے والی نے جھرجھری سی لی اور رکھ کر کشن پپو کو دے مارا تھا۔ وہ سب اس وقت وہاں موجود تھے، اکٹھے ہو کر ایک ہی ''معصوم'' انسان کو دوبارا لو بنائے جانے کی خوشی منائی جا رہی تھی اور دوسری بار اسے محض اس لیے الو بنایا گیا تھا کہ اس نے ٹینا کو لائن مارنے کی کوشش کی تھی۔ ٹینا کو مذاق میں ہوا بھی چھو جائے اور پپو اسے کچھ نہ کہے یہ بھلا کیسے ممکن تھا۔ وہ تو راہ چلتی ہوا کو بھی گھونسے مارتا اور ٹینا تھی بھی تو ایسی ہی کہ اس کو چھیڑنے والی ہوا کی بھی خبر لی جانی چاہیے تھی۔ لمبی گردن، نقوش میں سب سے نمایاں آنکھیں، کوئی خمار سا بھرا تھا، گھنی curled پلکیں، ذرا لمبوترا سا چہرہ، موٹی مگر خمدار بھویں، سیاہ اور گھنے بال اور رنگت سونے سی مختصر اوہ گندم کے خوشے کا جوبن تھی۔

☆☆☆

''السلام علیکم.....''

وہ اس زوردار سلام کی آواز پر مڑے اور اسے دیکھ کر بے ساختہ مسکرا اٹھے۔

''ارے ٹینا..... کیسی ہو بیٹا..... نومبر کے دن اور وہ ٹھہرے..... جاگنگ کے عادی۔ ابھی وہ اپنے گھر سے نکلے ہی تھے کہ ٹینا ملی تھی۔

''میں تو ٹھیک ہوں..... آپ کیسے ہیں؟'' وہ پل اوور کی جیبوں میں ہاتھ ٹھنسائے ہوئے ان کے برابر آئی تھی۔

''اِک دم ہٹا کٹا، فٹ۔'' اس بات پر وہ ہنس دی کہ جاگنگ کر رہے تھے اور ٹینا ان کے ساتھ، ساتھ چل رہی تھی۔

''سفارش کرنے آئی ہو؟''

اور اس نے کندھے یوں اچکائے کہ جیسے مجبوری ہو۔

''نہ..... بالکل بھی نہیں..... اس بار میں تمہاری بات بھی سننے والا نہیں۔''

''اچھا..... تو آپ میری بات بھی نہیں سنیں گے؟'' وہ خفا ہوئی۔

''نہیں، تمہاری بھی نہیں.....'' اور وہ اڑ سے گئے۔

''اوہ کم آن انکل..... پاس ورڈ ہی تو ڑا ہے ناں اس نے آپ کے لیپ ٹاپ کا کون سا لیپ ٹاپ توڑ

www.urdugem.com

دیا۔'' اور وہ رک کر اس کو اس بات پر گھورنے لگے۔

''اچھا ٹھیک ہے ناں بڑے اہم ڈاکومینٹس تھے۔ ڈینا تھا blah.blah.blah پر کچھ ہوا تو نہیں ناں.....'' وہ ذرا بیزار سی ہوئی۔

''اور اگر وہ ڈینا اُڑ جاتا..... بیک ہو جاتا یا پھر۔''

''انکل پلیز.....! وہ بچہ تو نہیں ہے ناں..... اسے اپنی اسائنمنٹ بنانی تھی۔ صبح دینی تھی اسے اسائنمنٹ اس کے پاس چند گھنٹے تھے اور اس کا اپنا لیپ ٹاپ خراب تھا۔ آپ جانتے تو ہیں۔''

''ایک تو تم لوگوں کو عین وقت پر ہی کیوں کام کرنا یاد آتا ہے۔ ہفتہ پہلے کی اسائنمنٹ عین وقت پر ہی بنانی یاد آتی ہے۔ اور اس کا اگر لیپ ٹاپ خراب تھا تو ٹھیک کرواتا ناں... میرے لیپ ٹاپ کا پاس ورڈ کیوں توڑا.....؟'' اور وہ یک دم انکل سے ضدی بچہ ہو گئے۔

''آ..... آ..... چھی.....'' ان کی بات کا اختتام ٹینا کی چھینک کے ساتھ ہوا تھا۔

''ٹشو پلیز.....'' اس نے مسمسی سی شکل بنا کر کہا..... انکل نے گھور کر اسے دیکھا جیسے وہ ان اداکاریوں کو جانتے نہ تھے۔

''میرے پاس نہیں ہے۔'' انہوں نے آنکھیں ماتھے پر رکھیں۔

''ٹھیک ہے، میں بھی گندے بچوں کی طرح آستین سے نوزی صاف کروں گی۔'' اور پھر اس نے کہنے پر ہی بس نہیں کیا تھا۔ پریکٹیکل کر کے دکھایا تھا۔ اس کے ڈھیٹ انداز پر وہ بے ساختہ ہنسے تھے۔

''آپ کو ترس نہیں آتا ایک معصوم سی، پیاری سی پھول سی بچی..... اتنی ٹھنڈ بھری صبح میں آپ سے درخواست کرنے آئی ہے اور آپ ہیں کہ خواہ مخواہ میں ہی اکڑو ہیرو بنے جا رہے ہیں۔ مان جائیں ناں.....'' وہ کچھ اس ادا سے ٹھنکی..... اس کیوٹ سے انداز میں بولی کہ شفیع صاحب ہنس پڑے تھے۔

''اچھا بولو، کیا کہتی ہو؟''

''یہ ہوئی ناں بات.....'' وہ چہکی اور چہک کر اک دم ان کے سامنے آئی تھی۔

''ٹپو کی پاکٹ منی.....'' اور ان کے آگے بڑے مان سے، بڑے استحقاق سے ہاتھ پھیلایا تھا۔ شفیع صاحب کچھ لمحے اسے دیکھتے رہے اور پھر ہار ماننے والے انداز میں پیسے نکال کر اس کے ہاتھ پر رکھے تھے۔

''اوں ہوں..... پچھلے جتنے ہفتوں سے بند تھی۔ وہ ساری.....''

''چلو بھاگو اب..... والٹ گھر پہ ہے میرا..... ابھی یہ ہی ہیں میرے پاس.....'' انہوں نے شفقت بھرے انداز میں اس کے سر پر چپت لگائی۔

''تھینک یو انکل.....'' اور اس نے بھاگ جانے میں منٹ نہ لگایا تھا۔ شفیع صاحب سر جھٹک کر ہنس دیے۔ ٹپو کسی مصیبت میں ہو..... کسی مشکل کا شکار ہو اور ٹینا اس کی مدد کو نہ آئے..... یہ ہو تو آخر کیسے ہو۔

☆☆☆

ٹپو..... نارمل سے ذرا اوپر قد..... گندمی رنگت..... بائیں بازو کی کلائی پہ سرخ اسپورٹس بینڈ جو کہ ایسے ہی تھا کہ جیسے کسی کا ٹریڈ مارک ہوتا ہے۔ ناک کی نوک سب کو ہی متاثر کرتی تھی..... بال سیاہ، ڈیڈ اسٹریٹ اتنے اسٹریٹ کہ شک سا ہوتا تھا۔ ہونہ ہو ابھی، ابھی کسی سیلون کا چکر لگا کر آیا ہے۔ جینز کے ساتھ جو بھی دے دو۔ پہن لے گا بس یہ کہ وہ بنیان نہ ہو..... ہاں اتنا سا تکلف تو تھا ہی اس میں..... جتنا شرارت میں خبیث تھا اتنا ہی عاجز بھی تھا..... لگتا ہی نہیں تھا کہ کسی DCO کا بیٹا ہے، پڑھائی میں بس مناسب ہی تھے لیکن اِدھر اُدھر کی سرگرمیوں میں شمولیت نہایت ہی مناسب اور وہ اس کی شریک جرم..... ٹینا

مختصراً یہ کہ وہ عام سا دکھتا تھا۔ تھا بھی عام سا ہی پر یہ کہ آپ ٹپو کو دیکھیں اور دیکھ کر گزر جائیں۔ ایسا تو نہیں ہو سکتا تھا۔ وہ اتنا سا خاص تو تھا ہی..... کہ اک نظر دوبارہ اس پر ڈالی جائے.....

☆☆☆

wise men say

only fools rush in
but I can't help falling in love with you

ہال میں تاریکی تھی بس اک اسپاٹ لائٹ گٹار پہ گانا گاتے اس نوجوان پہ فوکس تھی۔ اچانک لائٹ نے حرکت کی اور اس کی روشنی میں سفید، براق، ایوننگ گاؤن میں اک لڑکی آتی دکھائی دی۔ اس کی اٹھی ہوئی گردن میں سفید موتیوں کی مالا تھی اور اس کے جوڑے میں نرم، ریشم سا سفید پر اٹکا ہوا تھا۔ اس کے سر پر نگینوں سے جگمگاتا تاج تھا۔ اس کے پیروں کی حرکت سے گاؤن ذرا سا اوپر کو جھٹکا کھا کر گرتا تھا۔ اس کی چال میں تمکنت تھی، ہونٹوں پر جان لیوا مسکراہٹ اور اس کے لب یوں ہلتے تھے کہ جیسے سحر پھونکتے تھے۔ طلسم طاری کرتے تھے۔ وہ اس نوجوان کے گائے گئے lyrics کو دہراتی۔ وہ اس روشنی میں حرکت کرتی ہوئی آئی اور ایک اونچی کرسی پر براجمان ہو گئی تھی۔

shall I stay?
would it be a sin
If I can,t help falling in love with you

گٹار نے سُر چھیڑے اور لڑکی نے پھر سے ان الفاظ کو بھرپور جذبات سے گایا۔

like a river flows
surely to the sea
dalling, so it goes
some things are meant to be
take my hand
take my whole life too
for i can't help, falling in love with you

اور اس آخری پیرے کو ان دونوں نے مل کر گایا تھا اور کیا گایا تھا۔ اُف، اُف اور اک بار پھر سے اُف..... کیا..... کیمسٹری تھی، کیا جادو تھا جو آج کی رات ان دونوں نے جگایا تھا۔ سارا ہال تالیوں سے گونج اٹھا تھا۔ اداکاری ٹینا پہ ختم تھی تو آواز ٹپو کی کمال تھی..... کتنی ہی دیر ہال تالیوں سے گونجتا رہا۔ اور پھر اس کے بعد نہ صرف وہ تالیوں سے گونجتا رہا بلکہ شاید سارا عالم (T,T خیر سے ڈرامیٹک سوسائٹی کے ممبرز بھی تھے)

☆☆☆

''جیسے تم دونوں کی دوستی ہے جتنی انڈر اسٹینڈنگ ہے اور جیسی کیمسٹری ہے لگتا تو یہی ہے کہ تم دونوں اس تعلق کو آگے بھی لے کر چلو گے۔'' وہ دونوں ساتھ، ساتھ چل رہی تھیں اور وہ تحریم کی اس بات پر رکی اور رک کر حیران ہو کر اسے دیکھا۔ یوں جیسے وہ اس کی بات سمجھ نہ پائی ہو۔

''کیا مطلب ہے تمہارا.....؟'' اس نے حیرت سے پوچھا تھا۔

''مطلب سیدھا ہے بھئی..... ابھی تک تو تم دونوں کو انگیجڈ ہو جانا چاہیے تھا۔'' تحریم، اس کی گروپ فیلو مسکرا کر بول رہی تھی۔ وہ چند لمحے تو شاکڈ اسے تکتی رہی اور پھر۔

''شٹ اپ تحریم.....!'' وہ غصے سے بولی تھی اور اس کے یوں بولنے پر اب کہ تحریم حیران تھی۔

''اس میں اتنا غصہ کرنے والی کون سی بات ہے؟''

''دوست ہے میرا وہ اور بس.....''

''دوست ہے تو کیا؟ دوست سے بھلا شادی نہیں ہو سکتی، اور جتنے تم دونوں.....''

"enough" وہ دونوں ہاتھ اٹھا کر سرخ چہرے کے ساتھ بے حد ضبط سے بول رہی تھی۔

''دوستی اور شادی..... دو الگ، الگ چیزیں ہیں تحریم..... اچھے دوست ہونے کا مطلب یہ تو نہیں کہ اب شادی بھی کر لی جائے۔ تھرڈ ورلڈ کا مسئلہ ہی یہی ہے۔ لڑکی اور لڑکے کے درمیان بس ایک ہی رشتہ ہو سکتا ہے۔ کسی دوسرے، تیسرے تعلق کی گنجائش تو نکلتی ہی نہیں ہے ناں.....'' وہ بے حد تپی ہوئی تھی۔

''مرد اور عورت کے مابین دوستی نہیں ہوتی

www.urdumem.com

ٹینا......'' تحریم اس کی بات سن کر نرمی سے بولی تھی۔

''اوہ کم آن...... ٹپو از مائے فرینڈ......جسٹ آ بیسٹ فرینڈ......جیسے تم ہو......جیسے اور بہت سارے ہیں لیکن یہ وہ مخالف جنس سے ہے تو شادی رچالو۔ اور کچھ نہ کرو...... وہ میرا دوست ہے، تھا اور رہے گا بھی......ایسی خرافات کے بارے میں ہم دونوں نے ہی کبھی نہیں سوچا سو...... will you please shut up? '' تحریم کو دوبارہ منہ کھولتا دیکھ کر وہ دونوں ہاتھ اٹھا کر بولی تھی۔ اور تحریم کا منہ آ کے اندز میں ہی کھلا رہ گیا تھا اور پھر وہ کندھے اچکا کر رہ گئی تھی۔

☆☆☆

ہال نہ صرف تالیوں سے گونجتا رہا بلکہ اس کے بعد پوری یونی اسی اک بات سے گونجتی رہی تھی جو تحریم کے منہ سے نکلی تھی وہ دونوں انگیجڈ ہیں یا ہونے والے ہیں یا پھر دونوں میں زبردست قسم کا love affair یا تو چل رہا ہے یا مستقبل قریب میں چلنے والا ہے۔ ٹینا اس دن تحریم کے منہ سے یہ بات سن کر اتنی خفا ہوئی تھی تو اب تو اس کا جی چاہتا تھا لوگوں کا سر پھاڑ دے۔ اس کے برعکس ٹپو پُرسکون تھا۔ اس کا نظریہ تھا کہ جو، جو کہتا ہے اسے کہنے دو۔ عمل، وہ چیز ہوتا ہے جو کہنے والی بات کی تردید یا تصدیق کرتا ہے۔ سو ان کی دونوں کی دوستی کو اس قسم کی باتوں سے خائف ہونے کی ضرورت ہے نہ ہی بلاوجہ سر پر سوار کرنے کی لیکن ٹینا وہ ہر کہی جانے والی بات پہ تپ اٹھتی اور ہر سننے والی بات پر اس کا منہ سرخ ہو جاتا تھا۔

''ٹپو تم مجھ سے وعدہ کرو۔''

''کیسا وعدہ بھئی؟'' وہ میل پر مصروف تھا...... دونوں انگوٹھوں سے ٹائپ کرتا ہوا۔

''اسے چھوڑ دو، دھیان سے میری بات سنو۔'' ٹینا نے تپ کر اس کے ہاتھ سے سیل فون چھینا تھا۔

''ٹینا......'' وہ اس حرکت پر بدمزہ ہوا۔

''اچھا کہو......'' اور پھر جیسے ہار مان کر بولا۔

''تم وعدہ کرو کہ تم کبھی بھی مجھ سے شادی نہیں کرو گے، میں تمہیں شوہر کے روپ میں قبول نہیں کر سکتی۔ یاخ......'' اور ٹینا نے یوں جھرجھری لی جیسے اس کے منہ میں نہایت ہی کوئی کڑوی سی چیز آ گئی تھی...... ٹپو نے اس بات پر منہ کھول کر اسے دیکھا اور پھر کھلے منہ کے ساتھ دیکھتا ہی رہ گیا۔ اور اس کو یوں pause کی سی کیفیت میں دیکھ کر ٹینا کی اوپر کی سانس اوپر اور نیچے کی کہیں اندر ہی گم ہوئی تھی۔ یعنی کہ، یعنی کہ وہ...... ''ٹپو'' اس نے سراسیمہ ہو کر پکارا۔

''استغفار......لاحول ولا قوۃ الا باللہ...... خدا مجھے معاف کرے، میں کیوں ایسا بھیانک خیال سوچوں گا......شادی اور تم سے......اللہ مجھے معاف کرے، معاف کرے مجھے۔ میں گنجا ہو کر مرنا نہیں چاہتا۔ وہ بھی اس خوفناک بلا کے ہاتھوں۔'' وہ صحیح معنوں میں دونوں ہاتھ جوڑے اللہ سے فریاد کر رہا تھا۔

اور ان نیک تمناؤں پہ ٹینا نے شاکڈ ہو کر پہلے تو اسے دیکھا اور پھر رکھ کر جھانپڑ اس کے کندھے پر مارا تھا۔

''بدتمیز، بلا ہو گے تم......اور تمہاری ہونے والی اور وہ......وہ سارے بچے بھی جو تمہارے ہوں گے۔'' سرخ چہرے کے ساتھ تیز، تیز بولتے ہوئے وہ اب کشنز، بکس اور جو بھی چیز اس کے ہاتھ لگتی تھی وہ ٹپو کو دے مارتی تھی اور ٹپو وہ بس ہنسے جا رہا تھا۔

ہاں تو کیوں نہیں ہو سکتا تھا مرد و عورت کے مابین کوئی دوسرا رشتہ یا تعلق......جیسے کہ جیسے کہ دوستی...... ہو سکتی تھی ناں اور وہ تھے ناں اس کی مثال......دو اچھے، بہترین دوست بس دوست......

☆☆☆

وہ سارے لان میں گول دائرے میں بیٹھے تھے۔ درمیان میں بے ترتیب سے جرنلز، فولڈز، منہ کھلے چپس کے پیکٹ پانی کی بوتلیں اور کچھ صفحات...... اور وہ سارے بے حد مصروف سے دکھتے تھے۔ امتحان سر پر تھے بھئی اور وہ کمبائنڈ اسٹڈی ہو رہی تھی پیریڈ بنک کر کے۔

''آپ مغیث ہیں ناں......'' اور اس آواز پر ٹینا نے

سر اٹھا کر دیکھا تھا کیونکہ آواز بڑی جانی پہچانی سی تھی۔

''ہاں...... ہوں تو؟'' اور سب سے الگ تھلگ ساری دنیا سے بیزار وہ ہوتا ہے ناں یونی کا اک عدد کتابی کیڑا نما بچہ تو وہ، وہ تھا مغیث پہلی پوزیشن لینے والا۔

''وہ سر اظہار نے مجھے بھیجا ہے آپ کے پاس، انہوں نے کہا ہے کہ یہ......'' وہ رک کر نوٹس کھولنے لگا۔

''یہ ٹاپک آپ سے سمجھ لوں۔''

''اوئے......'' اسی اثنا میں ٹینا نے بال پوائنٹ ٹپو کے گھٹنے پر ماری۔

''ہوں......'' وہ جرنل پر جھکا مصروف، مصروف سا بولا۔

''وہ دیکھو......'' اور ٹینا کی آواز سرگوشی سے زیادہ نہ تھی، ٹپو نے پہلے اسے اور پھر مڑ کر اس طرف دیکھا کہ جس طرف کا اشارہ ٹینا کر رہی تھی۔

''پپو ہے۔''

''ہاں......مغیث سے ٹاپک سمجھنے آیا ہے۔'' وہ دبی، دبی سی ہنسی کھی کھی کر کے۔

''اور مغیث تو جیسے اسے ضرور ہی سمجھائے گا۔'' ٹپو نے تمسخر سے کہہ کر گردن موڑ لی تھی۔ سب جانتے تھے کہ مغیث بنا فائدے کے کسی کو ایک دھکا نہ دے، کجا کہ ٹاپک سمجھاتا اور مغیث اسے کہہ رہا تھا۔

''یار......اِدھر آنا......ابھی میں خود پڑھ رہا ہوں۔''

''سر پلیز بس تھوڑا سا وقت......'' اور سر مغیث نے سر اٹھا کر یوں اسے گھورا جیسے کچا چبا کر تھوک دینا چاہتا ہو۔

''سمجھ نہیں آئی کیا؟ پڑھ رہا ہوں ابھی۔'' اس نے کتاب اونچی کر کے زور دے کر اونچی آواز میں ہی کہا اور اس طرح کہا کہ پپو خاصا embarrass ہوا تھا اور پھر وہ بڑبڑاتا ہوا وہاں سے اٹھ کر چلا گیا تھا۔

''اوئے پپو......اِدھر آ......'' اس کو یوں منہ لٹکا...... دیکھ کر ٹپو نے سیٹی مار کر متوجہ کیا تھا اور پپو کا منہ ٹپو کو دیکھ کر کریلے جیسا ہو گیا......اک دم کڑوا......وہ کتابیں اٹھا کر یوں غائب ہو جانا چاہتا تھا جیسے گدھے کے سر سے سینگ...... پر ٹپو نے اسے جا پکڑا۔

''آ ناں......آ تو سہی......کبھی ہمارے ساتھ بھی بیٹھ جایا کرو......ہم بھی انسان ہی ہوتے ہیں۔'' وہ اس کے گلے میں بازو ڈالے اسے گھسیٹ کر گروپ کی طرف لا رہا تھا اور سارا گروپ اسے مزید ڈرا رہا تھا۔ اس کی طرف متوجہ ہُو ہو کر......

''مجھے جانے دیں......دیکھیں......وہ میں۔'' پر اس کی سنتا کون تھا۔

''اِدھر بیٹھ میرے یار......'' اس نے زبردستی اسے لا کر گروپ میں بٹھایا تھا اور اب پپو اتنا ہراساں دکھتا تھا جیسے دن دہاڑے بھرے پُرے بازار میں اس کے ساتھ واردات ہونے والی ہو۔

''بتاؤ کیا سمجھنا ہے؟'' ٹپو نے اب کے نرم لہجے میں کہا اور وہ سارے کے سارے پھر سے اپنے، اپنے کام کی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔ اور پپو مشکوک نظروں سے ٹپو کو تکتا تھا۔

''بتا ناں......'' اس نے پچکارا...... پر پپو کا دل بے طرح سے دھڑکتا تھا پر وہ کیا ہے کہ صورتِ حال نہ جائے رفتن نہ پائے ماندن......جیسی تھی۔ مرتا کیا نہ کرتا......سو اس نے ٹاپک کھول کر ٹپو کو دکھلایا۔

''ارے یہ تو حلوا ہے حلوا، کیوں سمجھ نہیں آ رہا تھا ہمارے پپو کو......'' اور یہ کہہ کر اس نے پیار بھری چٹکی پپو کے گال پر کاٹی۔ سارا گروپ کھی، کھی کر کے ہنسنے لگا۔

''سمجھانا ہے تو سمجھاؤ......جان کیوں نکال رہے ہو اس کی......'' ٹینا ہنستے ہوئے بولی تھی۔

''اچھا......بی سیریس......'' اور وہ اک دم سنجیدہ ہوا کاغذ، قلم سنبھالا اور بالکل سنجیدہ ہو کر اسے سمجھانے لگا اور یوں سمجھاتا گیا کہ پپو سمجھتا کم تھا اور منہ کھول کر اسے تکتا زیادہ تھا۔

''حلوا میٹھا تھا ناں......؟'' سمجھا کر، مسکرا کر پوچھا گیا۔ اور اس نے ہونقوں کی طرح سر ہلایا۔

''اچھا چل اب بھاگ......'' اس کا جرنل اسے تھماتے ہوئے ٹپو نے کہا تھا۔ وہ تابعداری کی مثال... قائم کرتے ہوئے فوراً اٹھا تھا۔

www.urdugem.com

''آئندہ بھی کچھ سمجھنا ہوا تو آجانا.....'' وہ اس کا کندھا تھپتھپا کر بولا تھا۔ بشارت علی عرف پپو چند لمحے اس غیر سنجیدہ انداز کو سنجیدگی سے تکتا رہا.....اور پھر فرطِ جذبات سے بولا۔

''تھینک یو.....تھینک یو ٹپو سر.....اللہ آپ کی اور ٹینا میم کی جوڑی سلامت رکھے۔''

''اوئے.....'' الفاظ ابھی اس کے منہ سے نکلے ہی تھے کہ وہ غرائی تھی نہ صرف غرائی بلکہ فولڈر اٹھا کر اسے دے مارا تھا۔

''بھاگ لے بیٹے، بھاگ لے.....ورنہ مفت میں مارا جائے گا۔'' ٹپو نے سرگوشی کی تھی۔

''تمہاری ہمت کیسے ہوئی میرے بارے میں بات کرنے کی۔ "how dare you" اور اس نے اب کہ جرنل کی طرف ہاتھ بڑھایا تھا۔

''بھاگ پپو بھاگ.....'' تحریم نے آواز لگائی اور وہ سچ مچ اٹھ کر بھاگ گیا تھا اور یوں بھاگا تھا کہ جب بھی مڑ کر تکتا تو پھر سے اِک آواز آتی۔ ''بھاگ.....پپو..... بھاگ۔'' اور اس کو یوں بھاگا، بھگا کر مارا کہ وہ بیچارہ ہانپ رہا تھا۔ وہ سب کے سب ہاتھ پر ہاتھ مار کر ہنس رہے تھے اور ٹینا.....وہ کہہ رہی تھی۔

''دیکھو تو سہی اب ایسے، ایسے لوگ ٹینا کے بارے میں بات کریں گے۔'' وہ دکھی ہو رہی تھی۔

''کم آن ٹینا.....اس معصوم نے تو جو سنا.....وہ ہی بول دیا۔ چھوڑو، غصہ جانے دو۔'' اور ٹپو اسے کول ڈاؤن کرنے کی کوشش میں تھا۔

☆☆☆

اس بازگشت نے جب اک دفعہ سر اٹھایا تو پورے زور سے گونجی اور پھر اپنے وقت کے ساتھ، ساتھ ختم ہوتی گئی۔ معدوم سے معدوم تر ہوتی چلی گئی۔ جو چیز ختم نہیں ہوئی تھی تو وہ تھی ان دونوں کی دوستی.....ان دونوں کے عمل نے اس بازگشت کی زبردست طریقے سے تردید کر دی تھی۔ اور پھر کانووکیشن کا دن بھی آ گیا۔ ان سب نے ٹوپیاں اچھالیں.....

کیمرے کی آنکھ نے اسے قید کیا اور پھر وہ سب بکھر سے گئے اور گرنہیں بکھرے تھے تو ٹپو اور ٹینا۔

دونوں کی جاب ہو چکی تھی۔ دونوں کی کمپنیز الگ، الگ تھیں جاب بھی تھی مگر دوستی وہیں کی وہیں تھی۔ شام پانچ سے چھ بجے تک واک اکھٹے.....دن بھر ٹیکسٹ.....کوئی مسئلہ ہوا تو رات گئے تک discussions اور چونکہ دونوں کی فیملی کا تعلق بھی تھا تو اکثر فیملی ڈنر بھی ہوتے تھے۔ ہاں کچھ فرق آیا تھا مگر ان دونوں نے دوستی کو متاثر نہ ہونے دیا۔

واسع کی برتھ ڈے تھی۔ واسع بھی ان کے گروپ کا حصہ تھا۔ لان میں مہمان اِدھر اُدھر ٹولیوں کی شکل میں بکھرے ہوئے تھے اور وہ سارے دوست اِک میز کے گرد.....فنکشن اختتام پزیر ہوا تو سب اِک، اِک کر کے جانے لگے یہاں تک کے میز کے گرد صرف ٹینا اور ٹپو ہی رہ گئے تھے۔

''تمہیں اِک چیز دکھانی ہے۔'' یہ کہہ کر ٹپو نے اپنا سیل نکالا اور سیل کو آن کرتے ہوئے کچھ کھولنے لگا تھا۔

''یہ دیکھو.....'' ایک گروپ فوٹو کو زوم کر کے اس نے ٹینا کو دکھایا۔ میرون لباس میں سرمئی شال کندھوں پر لیے وہ اک خوب صورت لڑکی تھی۔

''واؤ.....ٹپو.....واؤ.....'' وہ اس کے ہاتھ سے سیل فون لیتے ہوئے بولی تھی۔

''کیا لڑکی ہے یار.....'' وہ اسے دیکھتے ہوئے بولی۔

''اچھی ہے ناں.....؟'' اس نے اشتیاق سے پوچھا۔

''اچھی کیا.....اک دم فٹ ہے۔'' ٹینا سراہنے والے لہجے میں بولی۔

''لائن مار رہے ہو اسے؟''

''اوہ شٹ اپ.....'' ٹپو نے ہاتھ سے بات اڑائی۔

''تو پھر کیا سیریس ہو رہے ہو؟'' اب کہ ٹینا کا لہجہ چھیڑتا ہوا تھا۔

''لگ تو کچھ ایسے ہی رہا ہے مجھے بھی.....'' وہ سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے مسکرایا۔

''ہیں.....سیریسلی ٹپو؟'' وہ پُرجوش ہوئی۔

''مجھے ملواؤ ناں اس سے.....کب ملواؤ گے؟'' وہ پُراشتیاق تھی۔

''ارے جاؤ، تم سے ملوا کر اپنے image کی بینڈ بجوانی ہے کیا مجھے؟'' وہ موبائل اس کے ہاتھ سے لیتے ہوئے شرارت بھری خفگی سے بولا تھا۔

''ٹپو.....'' وہ چیخی تھی۔

اور وہ ہنسنے لگا۔

''تم بتاؤ تم نے کوئی مرغا نہیں پھنسایا؟'' ٹینا کا منہ کھلا اور پھر اس کا چہرہ سرخ ہوا تھا۔

''کتنے بدتمیز ہو گئے ہو تم.....شرم نہیں آتی ایک لڑکی کو ایسے کہتے ہوئے، میں ابھی انکل کو بتاتی ہوں۔'' وہ سرخ چہرہ لیے اٹھی تھی اور وہ ہنس رہا تھا.....وہ جانتی تھی کہ وہ اسے تپا رہا تھا اور اتنا تو ٹپو بھی جانتا تھا کہ وہ انکل کو شکایت لگانے والی نہیں، وہ دوست جو تھے۔

☆☆☆

''بابا.....ایک بات کہنی تھی آپ سے؟'' شفیع صاحب نے فوراً.....والیوم کم کیا اور اپنی نصف بہتر کو دیکھا۔ عین اسی وقت انہوں نے بھی شفیع صاحب کو دیکھا تھا۔ ٹپو اور ایسی تمہید.....

''کہو کیا بات ہے؟''

''ایک لڑکی ہے۔'' اور اب ان دونوں کے تاثرات.....''اوہ.....'' جیسے ہو گئے تھے۔

''پسند کرتا ہوں اسے.....اور میں چاہتا ہوں کہ آپ اس سے مل لیں۔'' اب کی بار شفیع اور تمثیلہ نے اِک دوسرے کو معنی خیز انداز سے دیکھا تھا۔

''برخوردار دیکھنا اور ملنا کیسا.....ہم جانتے تو ہیں اسے.....اور دیکھتے اور ملتے تو بچپن سے ہی آ رہے ہیں۔''

''جی.....؟'' وہ سخت حیران ہو کر ان کو تکنے لگا۔

''آپ کیسے اسے دیکھ..... wait a minute آپ.....آپ ٹینا کو اوہ مائی گاڈ بابا، پلیز.....'' وہ الجھتے، الجھتے یک دم سمجھا اور سمجھ کر حد سے زیادہ بیزار ہوا تھا۔

''میں ٹینا کی بات نہیں کر رہا۔''

''تو.....؟'' ان دونوں کا ''تو'' شدید حیرت کا تاثر لیے ہوا تھا۔

''میں فرح کی بات کر رہا ہوں۔''

''فرح.....'' ان دونوں نے ہی زیرِ لب نام دُہرا کر ایک دوسرے کو دیکھا اور دونوں ہی یک دم خاموش ہو گئے تھے۔

''ہم نے تو سمجھا کہ تم اور ٹینا۔''

''کیا.....کیا میں اور ٹینا بابا she is just a friend a good, best friend اور کچھ بھی نہیں ہے وہ، دوست ہے شادی کیسے کر لوں؟''

''تو کیا دوست سے شادی نہیں ہو سکتی؟'' شفیع صاحب بے حد سنجیدہ دکھتے تھے۔

''ہو سکتی ہو گی، ہوتی بھی ہو گی پر ٹینا، نو نیور بابا..... وہ اتنی اوور سی ہے۔ جیسی مجھے لائف پارٹنر چاہیے ٹینا ویسی کہیں سے بھی نہیں ہے۔ میں نے کبھی اس کے بارے میں ایسا نہیں سوچا، میں سوچ ہی نہیں سکتا۔'' وہ لاچار نظر آیا۔

''پر بچے تم دونوں کی اتنی اچھی خاصی انڈر اسٹینڈنگ ہے تو ہم.....''

''انڈر اسٹینڈنگ ہے پر اِک دوست کے لحاظ سے.....ایک کپل کے طور پر I bet آپ مجھے اور ٹینا کو دو الگ، الگ سمتوں میں کھڑا پائیں گے۔'' اس کی اس بات پر تمثیلہ اور شفیع اِک دوجے کا منہ دیکھ کر رہ گئے تھے۔

''ٹھیک ہے بچے..... جب تم نہیں راضی تو ہم کیوں تمہیں فورس کریں پر اک بات ہے یا تو میں غلط سمجھ رہا ہوں یا تم.....اب ہم دونوں میں سے کون غلط ہے، یہ وقت ہی بتائے گا.....'' اور وہ باپ کا منہ دیکھ کر رہ گیا تھا۔

☆☆☆

''یہ کیا، تم آفس سے آ کر اس پر مصروف ہو جاتی ہو.....ہر وقت ٹک، ٹک.....'' شاہینہ نے غصے سے اس

www.urdugem.com

کے ہاتھ سے موبائل چھینا تھا جو کہ صوفے پر آلتی پالتی مارے مسلسل ٹائپنگ کر رہی تھی۔

''اُفوہ...... مما کیا ہے، ذرا صبر کریں، بڑی اہم بات چل رہی ہے۔''

''وہ کون سی ایسی بات ہوتی ہے تمہاری...... ٹپو کے ساتھ جو اہم نہیں ہوتی۔'' شاہینہ بری طرح کھول کر رہ گئی تھیں۔

''ابھی سمجھیں اہم والی بات ہے ٹپو انگیج ہو رہا ہے۔'' وہ ان کے ہاتھ سے سیل فون لیتے ہوئے چہک کر بولی اور پھر دوبارہ سے ٹک، ٹک کرنے لگی۔

''کیا......؟'' شاہینہ نے ایک دم شاؤٹ کیا اور وہ ڈر کر حیرت سے انہیں تکنے لگی۔

''کیا ہوا مما؟''

''کس سے منگنی کر رہا ہے ٹپو؟''

''فرح...... اس کی کولیگ......'' اور شاہینہ منہ کھول کر اسے دیکھنے لگیں۔

''میں تو سمجھی تھی کہ تم دونوں......'' اور ٹینا نے اِک گہری سانس لے کر ''اُف'' کے سے انداز میں آنکھیں میچیں تھیں۔

"he is just a friend mama"

''تو......؟''

''تو یہ کہ مما...... وہ آنکھوں دیکھی مکھی ہے... بلیوی کہ نہ وہ مجھے نگل سکتا ہے اور نہ میں اسے...... مجھے سمجھ نہیں آتا کہ آپ ہمیں دوست کیوں نہیں رہنے دیتے۔ ایویں، خواہ مخواہ میں ہی کپل بنانے پر تلے ہوئے ہیں آپ لوگ...... اچھی زبردستی ہے بھئی۔'' وہ بے حد کڑوا سا منہ بنا کر بولی اور پھر سے ٹائپنگ شروع......

''اچھا اب منہ کیوں لٹکایا ہوا ہے، دنیا لڑکوں سے بھری پڑی ہے، مجھے بھی مل جائے گا کوئی نہ کوئی۔'' بے پروا لہجہ...... بے فکر انداز......

''پر بیٹا ٹپو جیسا کوئی نہیں ہوگا۔'' شاہینہ بڑبڑا کر رہ گئی تھیں مگر وہاں سنتا کون تھا۔ وہ ہنوز اسی مگن سے انداز میں... ٹک ٹک کرتی رہی تھی۔

☆☆☆

وہ آج اسی سفید براق ایوننگ گاؤن میں ملبوس تھی۔ اسی طرح سے اس کی اٹھی ہوئی گردن میں سفید موتیوں کی مالا تھی ہاں، مگر آج بال کھلے ہوئے تھے اور کھلے بالوں میں کان سے ذرا اوپر سفید گلاب کا پھول اٹکا تھا۔ اس کے بالوں میں بھی جا بجا سفید موتی اٹکے ہوئے تھے۔ روز پنک گالوں کے ساتھ وہ میرون لپ اسٹک لگائے ہوئے تھی۔

''واؤ، جسٹ واؤ، تمہاری تیاری کو تو دیکھ کر لگ رہا ہے کہ جیسے میری منگنی تمہارے ساتھ ہی تو ہونے جا رہی ہے۔'' اس نے پھول لینے کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا تھا۔

''شٹ اپ......'' اور اس نے وہی پھول اس کے کندھے پر دے مارے تھے۔ خلافِ توقع وہ بلش ہوئی تھی۔

''ارے، ارے دیکھو تو سہی بلش کون ہو رہا ہے......'' وہ مصنوعی حیرت کے ساتھ بولا۔

''ٹپو......!'' وہ زچ ہو کر بولی اور وہ ہنس پڑا۔

''چلو آؤ فرح سے ملواتا ہوں۔'' وہ اسے ساتھ لے کر ایک طرف بڑھا تھا۔

اور فرح...... وہ روایتی لڑکیوں کی طرح بنی سنوری نہیں تھی اسٹائلش سا گھٹنوں کو چھوتا فینسی فراک، سیدھا ٹراؤزر اور بڑا سا دوپٹا کہنیوں پر اور ہلکا پھلکا سا میک اپ سلکی کھلے بال اور کانوں میں نہایت ہی خوب صورت جھمکے...... وہ ایک گروپ میں کھڑی کسی بات پر ہنس رہی تھی۔

''فرح......'' وہ مڑی۔

''یہ ٹینا...... میری بہت ہی بہترین دوست، کرائم پارٹنر، میری bestie......'' وہ مسکرا کر تعارف کروا رہا تھا۔

''ہائے......'' ٹینا نے ہاتھ بڑھایا۔

''ہیلو......'' فرح نے پُرتکلف سی مسکراہٹ کے ساتھ ہاتھ تھاما تھا۔

''بہت مبارک ہو۔''

''تھینک یو......''

"n this is for you" اس نے ایک کیس فرح کو دیا۔

"oh! thank you so much" وہ گفٹ لیتے ہوئے بولی تھی۔

اور وہ اک نہایت ہی پُرتکلف سی گفتگو تھی جو اُن دونوں کے بیچ ہوئی تھی۔

☆☆☆

''نہ ٹپو مزہ نہیں آیا۔''

''کیا مزہ نہیں آیا؟''

''تمہاری فیانسی سے مل کر...... بور'' وہ ناک چڑھا کر بولی تھی۔

''کیا مطلب بور......؟'' وہ دونوں ساتھ، ساتھ چل رہے تھے۔ ایک ہی چپس کا پیکٹ کھا رہے تھے، ٹینا چند چپس لے کر پیکٹ اسے پکڑا دیتی اور پھر وہ بھی یہی عمل دُہراتا۔

''بور مطلب...... کہہ لو کہ میری expectation پہ نہیں اتری آئی گیس تمہاری ہونے والی...... میری پہلی ایسی لڑکی دوست ہوتی جو کہ بیسٹ ہوتی پر وہ...... بڑی فارمل سی ہے۔''

''ہاں تو سارے لوگ ایک جیسے تھوڑے ہی ہوتے ہیں...... وہ ریزروڈ ہے ذرا...... پہلی ملاقات میں ہی کیسے فرینڈلی ہو جاتی۔''

"hmmm"

''کیا...... hmmm؟''

''کوئی مطلب ہوتا ہے ناں کسی سے مل کر بڑی اچھی، اچھی سی vibes آتی ہیں، کوئی تعلق بنانے کو دل کرتا ہے۔ دوبارہ ملنے کو دل کرتا ہے یا پھر دل خوش ہوتا ہے تو ایسا کچھ نہیں...... honestly speaking مجھے کوئی اچھی vibes نہیں آئیں......'' ہاتھ اٹھا کر کہتے ہوئے اس نے چپس کا پیکٹ اسے پکڑا دیا تھا۔

بہترین تحریریں، لاجواب روداد اور اعلیٰ داستانیں پڑھنے والوں کے لیے سرگزشت کا مطالعہ ضروری ہے

ماہنامہ سرگزشت کراچی

شمارہ اپریل 2018ء کی جھلکیاں

بجیا
ڈاکٹر ساجد امجد کے کلکِ قلم کا شہکار، فاطمہ ثریا بجیا کی داستانِ حیات

اماوس کا مسافر
زویا اعجاز کی شرربار تحریر، وہیب کے ایک بڑے شاعر کی دکھ بھری کتھا

نمک لاہوری
شکیل صدیقی کا تحفہ، اردو کے ایک بڑے قلم کار کا ذکرِ خاص

اناناس کے پھول
محمد ظفر حسین کے قلم سے ایک دکھ بھری سچ بیانی، رلا دینے والی تحریر

شمشال سے ٹورنٹو
ندیم اقبال کا دلچسپ سفرنامہ جواب ایک دلچسپ مراحل میں ہے

اس کے علاوہ
لہو رنگ طویل کہانی ''ناسور'' کراچی کے بھولے بسرے محلوں کی داستان ''یادِ ماضی''...... اور بھی بہت سی سچ بیانیاں سچے قصے دلچسپ حقائق۔

www.urdugem.com

''مطلب تم دونوں کی نہیں بننے والی۔''

''لگتا تو... کچھ ایسا ہی ہے۔'' وہ کندھے اچکا کر بولی۔

''لے بھئی ٹپو..... بیٹا..... تیری تو بچ گئی بینڈ..... نہ دوست چھوڑ سکتا ہے نہ ہونے والی۔'' وہ گہری سانس بھر کر بولا تھا۔ اور وہ قل، قل کر کے ہنسنے لگی۔

''بیوی یا دوست میں سے ایک چننا پڑے گا.....'' اس نے چھیڑا۔

''تو تمہیں چھوڑ دوں گا۔'' وہ ترنت بولا۔

''ٹپو.....!'' وہ احتجاجاً زمین پر پیر مار کر چیخی تھی اور وہ ہنس پڑا تھا۔

وہ دونوں جانتے تھے کہ ان دونوں میں سے ایسا کوئی بھی نہیں کرنے والا۔

☆☆☆

اور پھر یوں ہوا کہ ٹپو کی شادی ہوگئی۔ بڑی دھوم دھام سے اور شادی میں پیش، پیش تھی جی ہاں ٹینا، ٹپو کو دولہا بنے دیکھ کر اس کے دل میں وہ ممتا بھرے جذبات ابھرے کہ بس نہ پوچھیے۔ یہ تو طے تھا کہ ٹپو کو دولہا بنے دیکھ کر اول اس کی ماں بہت خوش تھی۔ دوم والد محترم اور سوم..... ٹینا۔ اس کا bestie آج دولہا بنا تھا۔ یہ کوئی عام سا دن تھوڑی ہی تھا۔ وہ خوش تھی اور جی بھر کر خوش تھی۔ نہ صرف اس نے بلکہ ٹپو نے بھی عوام الناس کے اس قیاس کی سختی سے نفی کی تھی کہ مستقبل میں وہ دونوں ایک دوسرے کے ہی شریک حیات ہوں گے۔ یہ نہیں تھا کہ ٹپو کی شادی کے بعد بھی ٹینا کی وہی روٹین تھی..... دن بھر پیغامات کا سلسلہ..... فیملی ڈنرز..... شام کی واک..... نہ..... اس نے ایجھے، سمجھدار بچوں کی طرح ٹپو کو space دی تھی۔ نئی زندگی تھی، اِک نیا موڑ تھا۔ اس سے لطف اندوز ہوتے اور اسے سمجھنے کے لیے اسے وقت تو چاہیے تھا ناں۔ سو ٹینا نے یہ وقت اسے دیا..... کال کی، نہ کوئی پیغام بھیجا..... بس اسپیس دی تھی۔

ٹپو اور فرح ہنی مون کے لیے سوات گئے ہوئے تھے۔ شادی کے ہنگامے سرد ہو چکے تھے۔ ٹینا بھی روزمرہ ... کی زندگی میں معروف تھی۔ وہ ایسا ہی اِک دن تھا کہ جب وہ آفس میں ایک رپورٹ بنانے میں معروف تھی تبھی اس کے فون نے تھرتھرا کر اسے بتایا کہ کوئی کال کر رہا ہے۔

''ٹپو.....؟'' اس کے ہونٹ بنا آواز کے ہلے اور اس نے خود حیرت کے ساتھ فون اٹھایا تھا۔

''ہو، ہو، ہو دیکھو تو کس کا فون آیا؟'' وہ کرسی پر پیچھے کو ہو کر آرام دہ انداز میں بیٹھتے ہوئے بولی۔

لہجہ بے حد خوشگوار تھا۔ آگے سے وہ ہنس دیا۔

''کیسی ہو؟''

''اِک دم فٹ..... تم بتاؤ ہنی مون کے دوران میری یاد کیسے آگئی۔ بیوی یقیناً پاس نہیں ہوگی، ہے ناں.....؟'' انداز چھیڑتا سا..... لہجہ شرارتی سا۔

''شٹ اپ..... تمہاری تو انگلیاں گھس گئیں ناں مجھے کالز کر، کر کے.....''

''اوہ کم آن ٹپو..... تم جانتے ہو کہ میں نے کیوں کال یا میسج نہیں کیا۔''

''فرح کی.....''

''شٹ اپ.....'' اس نے ترنت بات کاٹی۔

''..... I m giving you space

یار..... کیا ہو گیا ہے، اتنے حساس کیوں ہو رہے ہو؟'' وہ ذرا حیران ہوئی۔

''نہیں ایسے ہی۔''

''خوش ہو؟'' اب کہ اسے وہم لاحق ہوا۔

''ہاں، وہ تو بہت ہوں.....'' ٹپو اس کے فکرمند انداز پر مسکرایا۔

''کب آرہے ہو واپس.....؟''

''پرسوں.....''

''چلو پھر ٹھیک ملاقات ہوتی ہے، انجوائے یور سیلف بائے.....''

''بائے.....'' اور فون بند کر کے ٹپو نے اِک گہری طمانیت بھری سانس بھر کر سوات کے آسمان کو دیکھا تھا اور پھر اِک محفوظ سی نظر پیچھے کمرے میں ڈالی تھی۔ وہ

بالکونی میں کھڑا فون کر رہا تھا اور فرح واش روم میں تھی۔ اور پھر وہ اپنی ہی اس حرکت پہ ہنس دیا تھا۔

☆☆☆

خاکستری رنگ کی جینز، گھٹنوں تک آتی گہرے سبز رنگ کی کُرتی اور کرتی سے ہم رنگ دوپٹا، دوپٹے کو بل دے کر دونوں پلو آگے کو پھینک رکھے تھے۔ پاؤں میں pumps سارے بال کھینچ کر، کس کر اونچا سا بنایا گیا جوڑا..... بائیں ہاتھ میں گھڑی کانوں میں ہینڈز فری ٹھنسی ہوئی اور ہاتھ میں پکڑے سیل پر وہ کچھ دیکھ کر چل رہی تھی اور ہاں..... کندھوں پر ایک بیگ یوں پہن رکھا تھا کہ جیسے اسکول گوئنگ بچے پہنتے ہیں۔ ابھی، ابھی employees bus اسے مین روڈ پر اتار کر گئی تھی کہ جہاں سے وہ پیدل گھر تک آتی تھی۔ اور یہ روز کا معمول تھا۔ یہ محض اِک اتفاق تھا کہ جس وقت وہ ایسے پیارے مگن سے انداز میں چلتی گھر کو جا رہی تھی۔ عین اسی وقت ایک گاڑی زن سے اس کے پاس سے گزری تھی۔

''رکو، رکو بیک کرو، بیک.....'' کسی نے ڈرائیور کو فوراً رکنے کا کہا تھا۔ گاڑی بیک ہوئی، آہستہ، آہستہ سے بالکل اس کے پاس آکر وہ چونکی اور.....

''گھر تک لفٹ چاہیے کیا.....؟'' گاڑی کا شیشہ نیچے ہوا اور کسی نے بے حد مسکرا کر کہا تھا۔

''ٹپو.....!'' وہ مسرت بھرے انداز میں بے اختیار لاؤڈ ہوئی تھی۔ وہ کھل کر ہنسا تھا۔

''آجاؤ.....'' اس نے سر سے گاڑی میں بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ وہ پیچھے سے اٹھ کر ڈرائیور کے ساتھ آبیٹھا اور اس کے لیے جگہ خالی کی تھی۔ وہ اِک شکریہ ادا کرتی مسکراہٹ کے ساتھ پیچھے بیٹھی اور جیسے ہی بیٹھی تو تب ہی..... یک دم اسے یاد آیا کہ ہاں..... فرح بھی تو تھی۔ اس کے تاثرات ''اوہ'' جیسے ہو گئے۔

''ہائے.....'' وہ بے اختیار لاشعوری طور پر کانشس سی ہوئی تھی۔

''ہیلو.....'' جواباً اس نے رسمی سی مسکراہٹ سے کہا۔

''کیسا رہا ٹرپ.....؟'' نہ چاہتے ہوئے بھی اس نے بات بڑھائی۔

''اچھا تھا.....'' فرح کا لہجہ اور خشک ہوا اور اس نے گاگلز چڑھا کر منہ پھیرا اور منہ پھیر کر کار ونڈو سے باہر تکنے لگی۔ یہ جیسے اعلان تھا۔

''نو مور ٹاک.....'' وہ بھی تو اپنے نام کی ایک ہی تھی اس نے بھی کندھے اچکائے اور.....

''اوئے ٹپو کے بچے..... تم تو کالے ہو کر آئے ہو۔''

ٹپو نے گھور کر مڑ کر اسے دیکھا۔ وہ کھی، کھی کر کے ہنسنے لگی اور لیں جی..... وہ ٹپو کے ساتھ اسٹارٹ ہو چکی تھی اور فرح..... اس نے بہ مشکل دانت پہ دانت جما کر اپنے تاثرات کو روکا تھا۔ تو یہ طے تھا کہ ان دونوں نے ہی ایک دوسرے کو ناپسند کر کے رد کر دیا تھا۔

''اوئے تم کدھر.....؟'' وہ اسے wave کرتی ہوئی اپنے گھر کی طرف مڑی ہی تھی کہ ٹپو نے آواز دی تھی۔

''کیا مطلب کدھر.....؟'' وہ رکی اور رک کر پوچھا۔

''اپنے گھر کہاں جا رہی ہو..... اتنے دنوں بعد ملے ہیں آؤ ناں کچھ گپ شپ ہی سہی۔'' ڈرائیور گاڑی سے سامان نکال رہا تھا فرح، ٹپو کا انتظار کیے بنا اندر جا چکی تھی اور وہ دونوں گاڑی کے ساتھ، ساتھ کھڑے تھے۔

''ابھی تو تم آئے ہو، فریش ہو جاؤ، گپ شپ تو ہوتی رہے گی۔'' ٹینا بولی۔

''ہا، ہا، ہا.....'' وہ مصنوعی طنزیہ سا ہنسا۔

''دیکھو تو سہی فارمل کون ہو رہا ہے۔'' اور پھر دونوں ہاتھ کولہوں پہ رکھ کر اسے گھورتے ہوئے بولا تھا۔

''دیکھ لو تمہاری بیو.....''

''اوہ شٹ اپ..... اب روایتی سا جملہ کہنے کی ضرورت نہیں.....'' اس نے ترنت بات کاٹی اور وہ کھسیا کر سر کھجانے لگی۔

''چلو مرو اب.....'' وہ دونوں ہاتھوں سے اسے چلنے کا کہہ رہا تھا۔ اس نے رک کر کچھ سوچا اور پھر بیگ

www.urdu...em.com

کندھوں سے اتار کر ڈرائیور کی طرف پھینکتے ہوئے بولی۔

"یہ میرے گھر دے آنا اور بتا بھی آنا میں ٹپو کی طرف ہوں۔" اور گھر دور تھا بھلا یہ سامنے ہی تو تھا۔

☆☆☆

"یاخ....." اس نے کڑوا سا منہ بنایا اور پھر اک بھرپور جھرجھری لی تھی۔

"I can't believe this"

"کیا.....؟" وہ کندھے اچکا کر کہتے ہوئے حیران ہوا۔

"تم.....تمہارا ایسا taste ہوگا کانٹ بلیو یار....." لہجہ تمسخر اڑاتا ہوا، انداز طنزیہ.....

"کس کی بات کر رہی ہو.....؟" وہ بیچارہ حیران ہوا۔

"ٹیٹا.....ٹینا کی بات کر رہی ہوں۔ کیا چیز پال رکھی ہے تم نے دوستی کے نام پر.....اوہ کم آن ٹپو، اپنی نہیں تو میری کلاس کی ہی پروا کر لو....."

اور ٹپو سخت شاکڈ ہو کر فرح کے الفاظ سن رہا تھا۔

"تم.....تم کیسی زبان اور کیسے الفاظ استعمال کر رہی ہو فرح.....اب یہ کیا تمہاری کلاس ہے؟" اور وہ بری طرح سے شاکڈ ہوا تھا۔

"تو جو جس لائق ہوگا، اس کے لیے ویسی ہی زبان استعمال کی جائے گی ناں.....اور پلیز یہ تم میری کلاس کو تو بیچ میں لاؤ ہی نہ....." وہ ایک ہاتھ اٹھا کر بیزاری سے بولی تھی۔ وہ چند لمحے تنے ہوئے تاثرات کے ساتھ اسے تکتا رہا۔

"اوکے.....ویل.....وہ جس بھی لائق ہے اب کیا ہو سکتا ہے۔ دوست ہے میری اور میں اسے چھوڑ تو نہیں سکتا۔" اور اس کے اس پُرسکون اور قطعیت بھرے انداز پر اب کہ فرح شاکڈ ہوئی تھی۔

"یعنی کہ تم اس اِل مینرڈ، بدتمیز سی لڑکی کو مجھ پر فوقیت دو گے؟" وہ بے حد طیش سے بولی تھی۔

"اس میں فوقیت دینے والی بات کہاں سے آ گئی فرح.....؟" حیران ہونے کے علاوہ وہ سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ کرے کیا؟

"وہ دوست ہے.....تم بیوی.....خود کو اس رشتے سے compare کرو نہ ہی کنفیوزڈ....." اس کا انداز و لہجہ گو کہ ٹھہرا ہوا تھا مگر پھر بھی حیرت سی جھلکتی تھی۔

"اور اس ساری گفتگو کا مطلب ہے کہ تم اسے اپنی لائف سے کک آؤٹ نہیں کرنے والے....." فرح کا منہ سرخ ہوا۔

"فرح کیا ہو گیا ہے یار.....! تمہارے اتنا غصہ کرنے کی وجہ میری سمجھ سے باہر ہے۔"

"وہ میرے گھر میں آئے، اونچے، اونچے جاہلوں کی طرح میرے شوہر کے ساتھ قہقہے لگائے، کارڈز کھیلے اور میرا شوہر اس کے لیے سوات سے مہنگے، مہنگے گفٹس خرید کے لائے اور اس سب کے بعد بھی وہ مجھ سے اتنا غصہ کرنے کی وجہ پوچھے۔ اوہ کم آن ٹپو.....بچے نہیں ہو تم۔" وہ مشتعل ضرور تھی مگر آواز نیچی ہی تھی۔

وہ تحمل سے چند گھڑی اسے تکتا رہا۔ پھر اس نے سر جھکا کر گہری سانس بھر کر خود کو کمپوز کرنا چاہا تھا۔ فرح اب بھی غصے سے اسے دیکھ رہی تھی۔ وہ آگے بڑھا اس کا ہاتھ تھاما اور اسے بیڈ پر بٹھا کر اس کے لیے پانی دیا تھا اور اس کے پانی کا گلاس پیش کرنے پر فرح نے اسے گھورا تھا۔

"کول ڈاؤن یار.....کول ڈاؤن، پہلے پانی پیو، دماغ ٹھنڈا کرو پھر بات کرتے ہیں۔" فرح نے بادلِ ناخواستہ گلاس پکڑا، چند گھونٹ بھرے اور گلاس کو سائڈ ٹیبل پر پٹخ دیا تھا۔ ٹپو نے بے ساختہ ہونٹ بھینچے تھے۔ وہ اس کے ساتھ بیڈ پر بیٹھا۔ اِک لمحے کا توقف کیا اور پھر بولا۔

"سنو فرح.....! ایک لڑکی جب شادی کر کے آتی ہے ناں تو شوہر کے ساتھ ساتھ تو اس کے رشتے داروں جیسے ماں، باپ، بھائی، بہن کو بھی قبول کرتی ہے۔ ایسے ہی رشتوں میں دوست بھی ہوتا ہے۔ اور ٹینا میری سب سے بہترین دوست ہے۔ ہم بچپن سے ساتھ ہیں، ٹھیک میں تمہیں اس سے بات کرنے یا اس

کے ساتھ اچھا رویہ اپنانے پر مجبور نہیں کرتا۔ لیکن کم از کم تم اس حیثیت کو تو مانو کہ وہ میری دوست ہے۔ اس حوالے سے تو اسے قبول کرو اور یہ کوئی پوشیدہ قسم کی دوستی تھوڑی ہے جو تمہارے لیے پرابلم کا باعث بنے۔ جیسے تمہارے کئی کولیگز ہیں، کزنز ہیں، دوست ہیں، اس طرح میرے بھی تو ہیں اور تم کیوں بلاوجہ ہی اس کو اس مقام پر لا رہی ہو کہ جس پر تم ہو.....وہ دوست ہے، بس ایک اچھی بہترین دوست....." وہ اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھے، نرم دھیمے اور پیار بھرے لہجے میں اسے سمجھا رہا تھا۔ بات ختم ہوتے ہی فرح نے اک تیز نظر اس پر ڈالی۔ اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ کے نیچے سے کھینچا اور ٹاول اٹھا کر واش روم میں چلی گئی۔ ہاں دھاڑ سے دروازہ بند کرنا وہ ہرگز بھی نہیں بھولی تھی اور ٹپو.....وہ بس ایک گہری سانس بھر کر رہ گیا تھا۔

☆☆☆

"ٹپو.....Ms.word میں line spacing کیسے کرتے تھے یار....." وہ اِک رپورٹ بنا رہی تھی اور باوجود کوشش کے اسے مطلوبہ چیز مل نہیں رہی تھی۔ سو اس نے ٹپو کو میسج بھیجا تھا۔ یونیورسٹی کے بعد Ms.word کو ہاتھ بھی نہیں لگایا تھا، وہ بھول چکی تھی اور ٹپو.....اس نے پیغام دیکھا اور سیل فون پرے رکھ دیا اس وقت وہ جس ذہنی خلفشار کا شکار تھا وہ line spacing کا کیا بتاتا اسے.....

ٹینا نے حیرت سے سیل کو دیکھا۔ ٹپو کا جواب نہیں آیا تھا۔ ایسا بھلا کب ہوا تھا۔

"ڈسٹربڈ ہو؟" اور اب کی بار ٹپو نے آنکھیں پھاڑ کر اس پیغام کو دیکھا۔ دیواروں کے پار، اپنے، اپنے کمروں میں بیٹھے وہ محض اس کے جوابی پیغام نہ دینے سے اس کی کیفیت کا اندازہ لگا چکی تھی۔ وہ کتنے لمحے اس پیغام کو دیکھتا رہا۔

"ہاں....." اس سے نہ کہتا تو پھر کس سے کہتا۔

"کیوں.....؟"

"فرح تمہیں لے کر بہت کانشس ہو رہی ہے۔ اچھی خاصی بحث کی ہے اس نے مجھ سے۔"

"اوہ.....چلو کوئی بات نہیں، ٹھیک ہو جائے گی۔"

"ایسے کیسے ٹھیک ہو جائے گی؟" اس نے لال، لال منہ بھیجا۔

"اوہو.....دیکھو ابھی نئی، نئی ہے ناں تو تمہارے اور میرے تعلق کو صحیح سے جانتی نہیں۔ وہ سمجھتی ہو گی کہ یا تو تمہارا مجھ پر کرش ہے یا پھر میں ہی تمہارے عشق میں گوڈے، گوڈے ڈوبی ہوئی ہوں۔" اور اس نے ہنستا ہوا چہرہ بھیجا۔

"بھلا بتاؤ ایسی کوئی بات ہوتی تو ہم دونوں کے لیے کیا رکاوٹ ہو سکتی تھی۔ وقت کے ساتھ، ساتھ جان جائے گی۔ it's just a friend ship جب جان جائے گی تو مان لے گی اور جب مان لے گی تو ٹھیک ہو جائے گی۔ تم ڈسٹرب نہ ہو۔"

وہ اس کے اوپر تلے آنے والے پیغامات کو پڑھتا جا رہا تھا اور اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیلتی جا رہی تھی۔

"relaxed" اس کا نیا پیغام آیا۔

"yesss" جوابی پیغام بھیجا گیا۔

"تو پھر بتاؤ line spacing" اور وہ ہلکے سے ہنس دیا۔ یہ ٹینا بھی ناں.....

☆☆☆

رات قریب ساڑھے آٹھ کا وقت تھا۔ وہ اسٹڈی میں بیٹھا، کام کر رہا تھا۔ لیپ ٹاپ کی اسکرین آن تھی۔ پاس ہی چائے کا خالی مگ دھرا تھا۔ وہ ائرفون کا ہڈ سر پہ لگائے کام میں مگن تھا۔ انگلیاں تیز، تیز چلتی تھیں۔ پاس ہی اک کتاب کھلی پڑی تھی جس پر چند لمحے بعد وہ بال پوائنٹ سے کچھ لائنز کو انڈر لائن کرتا جاتا تھا۔ وہ چند لمحے رک کر اس کے مگن انداز کو تکتے رہے اور پھر کھلے دروازے پر ناک کی تھی۔ وہ چونکا.....متوجہ ہوا اور پھر انہیں دیکھ کر مسکرایا۔

"پاپا.....!" اس کے لب بنا آواز ہلے تھے۔

"ابھی تک جاگ رہے ہو؟" وہ اندر آتے

www.urdugem.com

ہوئے بولے۔

''بس کچھ کام نبٹانا تھا۔ آپ بتایئے؟'' اور وہ اِک گہری سانس بھر کر کرسی گھسیٹ کر اس کے پاس بیٹھے تھے۔

''فرح.....'' انہوں نے جیسے بات کو اِک لفظ میں سمویا تھا۔ وہ اچانک ہی بے حد سنجیدہ ہوا۔

''کوئی پرابلم چل رہی ہیں ٹپو.....؟ وہ کل ٹینا کے گھر پر ہونے والے ڈنر میں بھی نہیں گئی۔ اس کا موڈ بھی آف ہے۔'' ان کے منہ سے سن کر ٹپو نے بے اختیار ہونٹ بھینچے تھے۔

''اسے ٹینا سے ایشو ہے، وہ میری اور اس کی دوستی کو قبول نہیں کر پا رہی..... اسے لگتا ہے کہ ہم دونوں.....'' اور اس نے بات ادھوری چھوڑ دی تھی۔ اور اس بات پر شفیع صاحب بھی سمجھ نہ پائے کہ اب کیا کہا جائے۔

''تم اپنے ریلیشن شپ کو تھوڑا محدود کر لو ٹپو..... ازدواجی زندگی کے لیے بہت سی چیزیں برداشت بھی کرنی پڑتی ہیں اور قربان بھی۔''

''کیا محدود کر لوں پاپا.....؟ میں کوئی ہر وقت ٹینا کے کندھے سے ٹکا تھوڑی ہی رہتا ہوں۔ اسے اعتراض ہے کہ میں ٹینا کے لیے گفٹس لایا ہوں۔ وہ تو پھر میں اس کی بہن کے لیے بھی لایا ہوں۔ لیکن وہ لڑکی اس کی بہن ہے سو کوئی مسئلہ نہیں..... اس سے جڑے رشتے اہم ہے..... مجھ سے جڑے کسی رشتے کی اہمیت نہیں۔'' وہ سنجیدگی بھری خفگی سے کہہ رہا تھا۔

''دوست اور بہن میں فرق ہوتا ہے ٹپو.....''

''ہوتا ہے پاپا..... بالکل ہوتا ہے۔ لیکن کیا میں اس سے تعلق رکھنے والے دوسرے لوگوں کو ریجیکٹ نہیں کرتا۔ وہ بھی تو اپنے باس کے لیے تحفہ لائی ہے did I ask? ..... میں نے مسئلہ بنایا؟ نہیں..... اور اگر میں کچھ کہہ دیتا تو مجھے جیلسی، میل... شاؤنزم کے طعنے ملتے۔ میں اس لڑکی کی ذہنیت ایک جملے سے جان گیا تھا پاپا..... لیکن خیر اب ہو جائے گی ٹھیک..... آپ پریشان نہ ہوں.....'' اور اس نے بات کو جیسے سمیٹ کر ختم کیا تھا۔ شفیع صاحب بس اک گہری سانس بھر کر رہ گئے تھے۔ ایسے تو چلنے والا نہیں تھا۔

☆☆☆

''کیا ہم مل سکتے ہیں؟'' وہ چھٹی کا دن تھا جب اس کے سیل فون پر وہ پیغام آیا تھا۔ اس نے ذرا حیرت سے اس پیغام کو دیکھا۔

''شیور.....'' جوابی پیغام بھیجا گیا۔

''آئس کریم کھاؤ گی یا کافی پیو گی.....؟'' اور اب کی بار وہ ہنس دی اور ہنستے ہوئے لکھا۔

''جو آپ کھلانا یا پلانا پسند کریں''

''تیار رہو..... میں آ رہا ہوں۔'' اور اس پیغام پر وہ فون کو ہونٹوں سے لگائے کچھ سوچتی رہی اور پھر تیار ہونے چل دی۔

☆☆☆

''تمہیں معلوم ہے ٹپو اور فرح میں..... تمہاری وجہ سے کچھ ایشوز چل رہے ہیں۔'' وہ دونوں آمنے سامنے بیٹھے تھے۔ میز پر کافی کے دو مگ تھے جو کہ آدھے خالی ہو چکے تھے۔ اس سوال پر ٹینا نے ہونٹ سکیڑے تھے یعنی کہ بات ان تک پہنچ چکی تھی۔

''پتا ہے مجھے انکل..... ٹپو نے بتایا تھا۔'' اور وہ اک گہری، سرد سی سانس بھر کر رہ گئے تھے۔

''دیکھو ٹینا جو بات میں تم سے کرنے جا رہا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ تم اسے rational ہو کر سنو..... کھلے دل و دماغ کے ساتھ سننا اور سمجھنا۔''

''آپ اتنے defensive کیوں ہو رہے ہیں۔'' وہ مسکرائی۔

''بات ہی ایسی ہے۔'' انہوں نے لاچاری ظاہر کی۔

''چلو ہم یوں کرتے ہیں..... ذرا سی دیر کو مستقبل میں چلتے ہیں۔ ہم پکچر کرتے ہیں کہ تمہاری شادی کسی بڑے اچھے، ویل آف، ہینڈسم لڑکے سے ہو چکی ہے اور تم ایک اچھی خوب صورت میرڈ لائف گزار رہی ہو۔''

اور وہ اِک دم ہنسنے لگی..... ''ہنسومت.....'' وہ خفا ہوئے۔

''میں سنجیدہ ہوں.....'' اور وہ اسی خفگی سے بولے۔

''او کے.....'' وہ ہاتھ اٹھا کر مسکراہٹ دبا کر بولی۔

''ہاں تو تم بڑی اچھی میرڈ لائف انجوائے کر رہی ہو لیکن..... لیکن تمہاری اب بھی ٹپو سے ویسی ہی دوستی اور بے تکلفی ہے..... تمہیں لگتا ہے ٹینا کہ تمہارے شوہر کو ٹپو سے کوئی مسئلہ نہیں ہوگا.....؟'' اور اس سوال پہ اس نے ذرا سی دیر کو ہونق ہو کر شفیع انکل کا چہرہ دیکھا۔ لو بھلا ایسا کب کسی نے سوچا تھا۔

''میں ایسے کسی بندے سے شادی ہی نہیں کروں گی جسے ٹپو سے مسئلہ ہو۔'' وہ کچھ ہونق پن اور کچھ خوفزدہ سی ہو کر بولی تھی۔ اور شفیع انکل نے تف کے انداز میں رخ پھیرا تھا۔

''یہ بچگانہ جواب ہے ٹینا، ایسا عملی زندگی میں چلتا ہے نہ ہوتا ہے۔ you have rationally to think it'' اور وہ اس بات پر یک دم سر جھکا کر خاموش ہو گئی تھی اتنی خاموش کہ شفیع صاحب کو ہی دوبارہ سے بولنا پڑا تھا۔

''ٹپو ٹھیک اسی فیز سے گزر رہا ہے۔ فرح کو تم سے ایشوز ہے اور بحیثیت ایک عورت کے وہ اپنی جگہ ٹھیک ہے۔ کوئی بھی عورت اتنی کھلے دل و دماغ کی نہیں ہوتی کہ وہ دوسری کسی عورت کو..... چاہے وہ دوست ہی کیوں نہ ہو اپنے شوہر کی زندگی میں برداشت کرے اور میں تمہیں بتا دوں ٹینا کل کو تمہیں بھی یہ سب برداشت کرنا پڑے گا اور جہاں تک مجھے نظر آ رہا ہے۔ تم دونوں کو یہ دوستی، یہ تعلق توڑنا پڑے گا، چھوڑنا پڑے گا۔'' اور ٹینا نے ایک لمحے کے لیے خود کو مستقبل میں لے جا کر دیکھا، اس پکچر میں فٹ کر کے دیکھا جو شفیع انکل اسے دکھانا چاہتے تھے۔ تو ایسا سوچتے ہی اس کے بدن میں گرم، گرم سی لہریں اٹھنے لگیں۔ اس کا دل بری طرح شدت سے گھبرایا اسے لگا جیسے تنفس کی رفتار اس کے قابو سے باہر ہو رہی ہے اور جیسے..... اس کی آنکھیں گیلی سی ہو رہی ہیں۔ وہ کئی ثانیے تک خود کو کمپوز نہ کر پائی تھی۔

''آپ کیا چاہتے ہیں؟'' اور اسے محسوس ہوا کہ جب وہ بولی ہے تو آواز بھاری سی ہے۔ اب آئی تھی ناں وہ صحیح سوال پر وہ اسے اسی پوائنٹ پر ہی تو لانا چاہتے تھے۔

''یہ مت سمجھنا کہ میں محض ٹپو کا ہی سوچ کر یہ... بات تم سے کہنے لگا ہوں..... مجھے تمہارا بھی خیال ہے بچے..... تم دونوں ہی لائف کو .... mess (خراب) بننے سے بچانا چاہتا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ تم ٹپو سے اپنے تعلقات محدود کر لو..... اتنے کہ یہ اس کی میرڈ لائف پر اثر انداز نہ ہوں۔ بلیوی..... یہ چیز کل کو تمہارے لیے، تمہاری میرڈ لائف کے لیے بہت سود مند ہوگی.....'' اور وہ منہ کھول کر انہیں تکنے لگی..... ''مطلب ٹپو سے دوستی چھوڑ دوں۔''

''فرح کو سمجھنا چاہیے تھا..... اسے سمجھنا چاہیے تھا، اسے قبول کرنا چاہیے تھا۔ جیسے ٹپو کے ساتھ دوسرے بہت سے رشتے جڑے ہیں۔ میرا بھی تو ویسا ہی رشتہ ہے۔'' وہ کافی دیر بعد بڑے دل گرفتہ سے انداز میں بولی تھی۔ اور اس کے الفاظ پر شفیع صاحب بہت حیرت سے اسے تکنے لگے۔ کم و بیش ٹپو نے بھی ان سے یہ ہی کہا تھا۔

''ایک بات بتاؤ ٹینا بچے.....''

''جی.....؟'' وہ اب کافی کے مگ کے کنارے پہ انگلی پھیر رہی تھی۔

''تم دونوں نے آپس میں شادی کیوں نہیں کی؟'' اور ٹینا نے حق دق ہو کر سر اٹھا کر انہیں دیکھا..... یہ بھی کوئی کرنے والا سوال تھا بھلا..... اس کا منہ سرخ ہوا۔

''ہم دونوں دوست ہیں، شفیع انکل..... ٹھیک بالکل ٹھیک اب مجھے سمجھ آ گیا کہ فرح کیوں نہیں اس رشتے کو قبول کر پائی۔ اس رشتے کو ابھی تک آپ لوگ قبول نہیں کر پائے تو وہ کیا کرے؟ فکر نہ کریں، چائنا بھیج رہی ہے میری کمپنی مجھے ہائیر اسٹڈیز کے لیے..... تو دفع ہو جاؤں گی میں یہاں سے۔ نہ

www.urdumem.com

نومن تیل ہوگا نہ رادھا ناچے گی۔ قصہ ختم……‘‘ اس نے بے حد برہم ہو کر ہاتھ جھاڑے اور شفیع صاحب…… وہ اِک اور ٹھنڈی سانس بھر کر رہ گئے تھے۔

☆☆☆

’’یہ یہاں کیا کرنے آگئی ہے۔‘‘ اسے دیکھتے ہی فرح کا موڈ بگڑا اور اسی بگڑے مگر حیرت بھرے انداز میں اس نے لاؤڈ ہو کر پوچھا تھا۔

’’فرح……‘‘ ٹپو کی آواز میں غصہ اور تنبیہہ دونوں تھے۔

’’کیا فرح……؟ یہ فیملی سیلیبریشن تھی ٹپو……‘‘ رنج سے اس کی آواز ٹھہر سی گئی۔

"and tina is family" ٹپو مضبوط مگر تپے ہوئے لہجے میں ترنت بولا۔

’’اوکے…… اوکے یہ فیملی ہے ناں تو اسی کے ساتھ کرو برتھ ڈے…… سیلیبریٹ……‘‘ اس نے ہاتھ میں پکڑی پلیٹ ٹیبل پر پٹخی اور تن فن کرتی ہوئی کمرے کی طرف مڑی تھی۔ لیکن جاتے، جاتے وہ ایک دم رکی…… رک کر بت بنی ٹینا کے پاس آئی اور……

’’اتنا ہی تمہارا گزارہ نہیں ہوتا ٹپو کے بغیر تو کر لینی تھی ناں اس سے شادی اور اب اگر اس نے تمہیں گھاس نہیں ڈالی تو…… ہمیں تو سکون سے رہنے دو۔‘‘ لہجہ زہریلا تو الفاظ زہر میں بجھے نشتر……

’’فرح……!‘‘ ٹپو بہت زور سے دھاڑا تھا۔

شفیع اور تمثیلہ نے بھی دہل کر فرح کو دیکھا تھا اور ٹینا…… اس نے بہت ضبط سے حلق سے نیچے کچھ اتارا تھا…… بے حد سکون بھرے انداز میں فرح کو دیکھا اور کہا۔

’’یقین کیجیے کہ اگر آپ ٹپو کی بیوی اور اس گھر کی بہو نہ ہوتیں تو میں آپ کے منہ پر اِک تھپڑ تو ضرور ہی مارتی۔‘‘ یہ کہہ کر وہ آگے بڑھی، ہاتھ میں پکڑا ڈبا میز پر رکھا اور ٹپو کو دیکھے بنا بولی۔

’’یہ تمہارا پریزنٹ……‘‘ اور پھر وہ وہاں رکی نہیں تھی اور اسے روکنے کی کوشش بھی نہیں کی گئی تھی کہ وہ سب اپنی، اپنی جگہ شرم سے زمین میں گڑ گئے تھے۔

’’فرح آپ کو اگر اس کا آنا ناپسند ہوا تھا تو بھی آپ کو اس برے طریقے سے اظہار نہیں کرنا چاہیے تھا۔‘‘ وہ شفیع صاحب تھے۔

’’یہ کیا طریقہ تھا؟ اتنی بدتمیزی فرح……‘‘ اور وہ تمثیلہ تھیں اور فرح…… وہ ہاتھ اٹھا کر یوں حیران ہوئی کہ جیسے کہتی ہو آپ دونوں بھی؟ اور ٹپو وہ ابھی تک میز پر پڑے اس تحفے کو دیکھ رہا تھا اور دل میں تکلیف کی شدت بڑھتی ہی جا رہی تھی۔ کاش کہ وہ اک عدد سوال کرتی، گلہ کرتی نظر سے اسے دیکھ لیتی کاش کہ…… اسے ٹپو نے ہی تو پیغام بھیج کر بلایا تھا…… وہ دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام کر صوفے پر گرنے والے انداز میں بیٹھا تھا۔

☆☆☆

1 سال بعد……

وہ بڑی عجلت میں، بیگ میں اپنی چیزیں ٹھنساتی یونیورسٹی سے باہر نکلی تھی۔ اس کا رخ بائیسکل اسٹینڈ کی طرف تھا اور اسے آج جلدی پہنچ کر اپنی اسائنمنٹ مکمل کرنی تھی۔ جیسے ہی بیگ میں چیزیں ٹھونس کر اس نے سر اٹھایا تو یکلخت رک سی گئی…… اس کے قدم اچانک ہی منجمد ہوئے تھے اس کے حرکت کرتے ہاتھوں کی کیفیت بھی پیروں سے مختلف نہ تھی اور اس کے ہونٹ ’’آ‘‘ کے سے انداز میں کھل کر رہ گئے تھے اور وہ پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے، آنکھوں پہ گاگلز چڑھائے براہِ راست اسے ہی تو دیکھ رہا تھا۔ وہ اس کے اس انداز پر مسکرایا…… گاگلز اتارے اور یوں کندھے اچکائے کہ جیسے اب کیا ہو سکتا تھا۔

’’ہیلو……‘‘ وہ اس کی آنکھوں کے سامنے ہاتھ ہلا کر بولا…… اور وہ جیسے ہوش میں آئی۔

’’تم…… یہاں کیسے؟‘‘ یوں بولی جیسے ابھی تک بے یقین ہو۔

’’تم سے ملنے……‘‘ اور اس کے اس جواب پہ ٹینا نے بے حد خفگی سے اسے گھورا۔

’’تم چائنا مجھ سے ملنے آئے ہو؟ اوہ کم آن……‘‘ اس

نے ہاتھ کے اشارے سے بات کو اڑانا چاہا۔

’’میں سیریس ہوں ٹینا…… سال بھر سے تم سے بات تک نہیں ہوئی۔ تو سوچا تم نے تو اب ٹپو کو پوچھنا تک نہیں سو کمپنی بھیج رہی تھی۔ سو تم سے ملے بنا کیسے جاتا۔‘‘ اور اتنا تو وہ ٹپو کو جانتی ہی تھی کہ چہرے سے یہ اندازہ لگا لے وہ کتنا سچ بول رہا ہے اور کتنا جھوٹ۔

’’ٹپو……‘‘ اور اب کے لہجے میں بے یقینی سی تھی۔

’’اتنا سب کچھ ہو جانے کے باوجود بھی……؟‘‘

’’کہیں بیٹھ کر بات کرتے ہیں ٹینا……‘‘ وہ اپنے گاگلز پہنتے ہوئے قطعیت بھرے انداز میں بولا تھا۔ ٹینا اس کو دیکھ کر رہ گئی تھی۔

☆☆☆

’’تمہیں یہاں نہیں آنا چاہیے تھا……‘‘ وہ سخت بے آرام تھی۔

’’کیوں، کیوں نہیں آنا چاہیے تھا؟‘‘ اور اسے سخت تپ چڑھی۔ اور وہ یوں اسے تکنے لگی جیسے وہ پاگل ہو۔

’’یہاں میں تمہاری ازدواجی زندگی کے سکون کے لیے پاگل ہوئی جا رہی ہوں اور تم ہو کہ خود اپنے ہی ہاتھوں سے اسے برباد کرنے پر تلے ہوئے ہو۔‘‘ وہ لفظ نہیں تھے۔ کڑوے، کڑوے سے گھونٹ تھے کوئی…… جو اسے پینے پڑ رہے تھے۔

’’کم آن ٹینا…… میں چائنا آتا اور تم سے نہ ملتا…… یہ کیسے ہو سکتا تھا آخر……‘‘ وہ جیسے اپنی ہی بے چینی پہ زچ نظر آیا۔

’’ٹپو…… بچے مت بنو……‘‘ اور وہ بیزار نظر آئی۔

’’فرح کو معلوم ہوا ناں تو وہ……‘‘

’’تو وہ کیا……؟ وہ بھی تو اپنے بہت سے دوستوں سے ملتی ملاتی ہے۔ میں نے کچھ کہا……؟ مجھے نہ کبھی کوئی ایشو ہوا…… نہیں ناں…… اسے بھی نہیں ہونا چاہیے۔ تم دوست ہو میری اور میں تمہیں نہیں چھوڑ سکتا…… اسے یہ بات سمجھنا ہوگی۔‘‘ لو جی الٹا چور… کوتوال کو ڈانٹے۔

ٹینا تو سر دونوں ہاتھوں میں پکڑ کر بیٹھ گئی تھی۔

☆☆☆

pout کرتے ہوئے، ایک ابرو کو اٹھاتے ہوئے…… الٹے سیدھے پوز اور منہ بناتے ہوئے، ہنستے ہوئے اور پھر ہنس، ہنس کر دُہرے ہوتے ہوئے۔ وہاں بہت سی سیلفیز اور تصاویر بنائی جا رہی تھیں۔ ڈھونڈ ڈھانڈ کر، کھرچ، کھرچ کر انہوں نے چائنا سے ایک گروپ واسع نکال ہی لیا تھا۔

’’واسع……‘‘ اور ابھی پارٹی ہو رہی تھی۔ اپارٹمنٹ کی چھت پر واسع، اس کی مسز، ٹپو اور ٹینا…… یونی کے قصے، پرانی یادیں T,T کی ہولناک شرارتیں…… ہنسی مذاق…… وہ ایک بھرپور شام تھی اور ابھی ابھی واسع اور اس کی اہلیہ رخصت ہوئے تھے اور اب وہ تھے، ہاتھ میں جوس کے گلاس تھامے، اپارٹمنٹ کی چھت سے نظر آتی روشنیوں کو دیکھ رہے تھے۔ وہ دونوں ہی چھت کی دیوار کے ساتھ ٹیک لگائے کھڑے تھے۔

’’یہ وقت کیسی شے ہے ناں ٹینا! کیا سے کیا کر دیتا، کیا سے کیا بنا دیتا ہے؟‘‘ وہ عجیب سے لہجے میں بولا۔ ٹینا نے اک نظر اسے دیکھا۔ جوس کا اک گھونٹ بھرا اور کہا۔

’’سو تو ہے۔‘‘

’’تمہارے لیے اتنی عام سی بات ہے یہ۔‘‘ وہ حیران ہوا۔ ٹینا نے اِک گہری سانس بھری۔

’’عام سی نہیں ہے، میرے اچھے دوست ہو تم…… اور صرف تم ہی تو تھے ٹپو…… تم جانتے ہو، ہاں تکلیف ہوتی ہے۔ بہت سارا اتنا کچھ شیئر کرنے کو ہوتا ہے۔ مگر جب نہیں کر پاتی تو ڈسٹرب بھی ہو جاتی ہوں مگر ٹپو پھر بھی یہ اہم نہیں ہے۔ اہم تمہاری ازدواجی زندگی ہے۔ بی میچور یار……‘‘

’’پچھلے ایک سال سے اسی اِک کوشش میں تو ہوں……‘‘ وہ بڑبڑایا۔ اور وہاں اک دم خموشی سی پھیلی تھی۔ خنک ہوا، دھیمی رفتار سے چلتی تھی…… دور شہر کی روشنیاں مدھم سی پڑنے لگی تھیں۔ رات کا سکوت پھیل رہا تھا۔

www.urdugem.com

''کبھی کبھی ہم اپنے لیے کتنا غلط سوچ لیتے...... کتنے غلط فیصلے کر لیتے ہیں ناں......'' اس نے گلاس کو دیوار پر رکھا اور دونوں ہاتھ سینے پر باندھ کر اسے دیکھا۔ ٹینا نے یک دم ابھرنے والے احساس کو نظر انداز کیا۔

''کیا غلط اور کیا صحیح ٹپو...... یہ زندگی ہے۔ ups and down.. you know......''

''نہیں اپنی حماقت کو زندگی کے کھاتے میں نہیں ڈال سکتا میں۔'' اس نے شدت سے نفی کی۔

''اچھا ہوگئی حماقت ...... اب پھر؟ ہے کوئی حل......؟ کوئی علاج؟'' وہ تیکھی ہوئی اور ٹپو نے بڑے غور سے اس کے تیکھے پن کو ملاحظہ کیا تھا۔

''ہاں کوئی حل نہیں...... کوئی علاج نہیں...... مگر دل میں جو پچھتاوا ہے ناں...... وہ یہ کہ جو روز بروز آگ بنتا جا رہا ہے۔ اس سے تو نجات پائی جا سکتی ہے ناں......''

''پچھتاوا......؟'' وہ حیرت سے بولی۔

''ایک سال پورا ایک سال ٹینا...... میں نے خود کو پرکھا، جانا اور قدم، قدم پر یہ محسوس کیا کہ کچھ خالی ہے۔ کچھ undone ہے جیسے کہ میں کچھ بھول گیا ہوں...... جیسے کہ کچھ پیچھے رہ گیا ہے جیسے کہ اسے ہونا چاہیے ابھی میرے ساتھ...''

''ٹپو چھوڑو یار...... کن باتوں کو لے کر بیٹھ گئے ہو۔'' اس نے سرسری سا انداز اپنایا۔ موضوع بدلنا چاہا۔

''تم سننا نہیں چاہتیں۔ میں جانتا ہوں تم سننا نہیں چاہتیں ٹینا...... مگر مجھے کہنے دو مجھے روکو مت، میرے پاس یہ احساس تو باقی رہنے دو کہ میں مکمل خالی نہیں ہوا۔ میرے پاس اس شام کی یاد ہے۔'' اور ٹینا یوں ہوگئی جیسے کہ ہلدی...... اس کے ہونٹ یک دم خشک پڑے تھے۔

''میں تمہارے بغیر ادھورا ہوں۔''

''ٹپو اسٹاپ دس......'' وہ سراسیمہ تھی۔

''اگر اس کو......''

''ٹپو اسٹاپ اٹ......'' اب کی بار وہ حلق کے بل چلائی۔

''محبت کہتے ہیں۔'' اس نے مشروب کا گلاس دیوار پر دے مارا۔

''تو ہاں مجھے تم سے......'' اور اس نے کانوں پر ہاتھ رکھ لیے۔ ''محبت ہے۔'' الفاظ ادا ہوئے اور فضا میں بکھر کر چاروں طرف پھیل گئے۔ وہاں اِک لمحے کے لیے سناٹا بے طرح سے پھیلا تھا۔

''آؤٹ...... شکل نہ دکھانا اب مجھے کبھی اپنی، دفع ہو جاؤ......'' وہ کانوں پر ہاتھ رکھے روئی تھی یا چلائی تھی یہ تفریق مشکل تھی۔ ٹپو نے اک نظر اسے دیکھا پھر سر جھکائے سوگوار سے انداز میں کھڑا رہا اور پھر وہاں سے چلا گیا کہ اسے جانا ہی تو تھا۔

☆☆☆

سورج کی کرنیں اس کے منہ پر پڑیں اور اس کو جگانے کا باعث بنی تھیں۔ وہ ایک لمحے کے لیے سمجھ نہ پائی تھی کہ کہاں ہے...... اس نے حیرت سے اپنے ارد گرد دیکھا...... وہ دیوار کے ساتھ سکڑی بیٹھی، دونوں گھٹنے موڑ کر پیٹ سے لگائے سو رہی تھی۔ وہ یہاں کیوں تھی؟ اسے شدید حیرت ہوئی۔ اس نے ٹانگیں سیدھی کرنا چاہیں تو اندازہ ہوا ان میں تو زبردست اکڑاؤ پیدا ہو چکا تھا۔ بازو یوں جیسے درد سے بھرے ہوئے تھے۔ سر الگ بوجھل تھا۔ اس نے گھسیٹ کر خود کو دیوار کے ساتھ لگایا اور ایک نظر چھت پر ڈالی جو کہ گزشتہ شب کا قصہ بیان کر رہی تھی۔ میکانکی انداز میں اس نے گردن گھمائی اور نظر کی گرفت میں وہ کانچ آئے تھے اور ایک دم اِک جھما کا سا ہوا...... اور اسے یاد آیا۔ ٹپو اسے یوں ہی ساکت چھوڑ کر چلا گیا۔ وہ سر کو دونوں ہاتھوں سے تھامتی اسی دیوار کے ساتھ نیچے بیٹھی تھی۔ کتنے ہی لمحے وہ یوں ہی سر کو تھامے، اِک شاک کی سی کیفیت میں بیٹھی رہی اور پھر اس نے پھوٹ، پھوٹ کر رونا شروع کر دیا تھا۔

''تمہیں یہ سب نہیں کہنا چاہیے تھا ٹپو...... تم نے یہ کیا کر دیا...... کیا؟'' وہ زمین پہ ہاتھ مارتی اور روتی جاتی تھی۔ ''ہاں اسے یہ سب نہیں کہنا چاہیے تھا۔'' وہ

پچھلے ایک سال سے پورے بارہ ماہ سے ایک self denial کی سی حالت میں تھی...... ایک کیفیت اس کے اندر بھی ابھرتی تھی اور بار، بار قدم، قدم پر ابھرتی تھی اور وہ تھی کہ بار، بار ہی...... قدم، قدم پہ ہی اس سے انکار کرتی تھی...... اسے ٹپو کو یاد نہیں کرنا تھا...... اس کے بنا زندگی گزارنی تھی۔ وہ جیسے روز سبق کی طرح اس بات کو دُہراتی تھی۔ وہ خود پہ قابو کیے ہوئے تھی۔ خود کو باندھے ہوئے تھی۔ اس کیفیت کو جانتے بوجھتے بھی وہ بے نام کہنا چاہتی تھی۔ وقتی جذبہ سمجھنا چاہتی اور ٹپو...... اس نے بھلا کیا کیا؟ کیا کر دیا اس نے......

وہ اس ''کیفیت'' کو نام دے گیا تھا۔ اک پہچان دے گیا تھا۔ وہ اقرار کر گیا تھا اور اب اس جذبے کو بڑھنے، پھلنے پھولنے سے کوئی نہیں روک سکتا تھا۔ کہ محبت جب تک بے نام ہوتی ہے، بن وجود ہوتی ہے اور اب جبکہ اس محبت کا جنم ہو گیا...... تو کون ہے جو اسے روکے......؟

☆☆☆

''مجھے یقین نہیں آتا کہ تم یونی کے زمانے میں اس قدر شیطان ہوا کرتے تھے۔'' واسع کی مسز سنگار میز کے سامنے بیٹھی ایرا سٹڈز اتار رہی تھی۔

''شرم کرو...... اپنے شوہر کو شیطان کہتی ہو۔'' واسع بستر پر نیم دراز تھا اور اس کی انگلیاں سیل فون پر متحرک تھیں۔

''میں تو نہیں کہہ رہی، تمہارے دوست ہی بتا رہے تھے۔'' وہ مسکراتے ہوئے بولی اور واسع نے اسے ایک جوابی مسکراہٹ سے نوازا اور پھر وہ آج لی جانے والی تصاویر کو مختلف دوستوں کو tag کرنے لگا تھا۔

☆☆☆

دفتر لیپ... وہ دو پوسٹ بنا کر فارغ ہوئی تو گردن میں سخت کھچاؤ کا سا احساس ہوا۔ اس نے آنکھیں بند کر کے ہاتھ سے گردن کی پشت کو مسلا تھا۔ ایسے ہی لیپ ٹاپ بند کرنے سے پہلے اس نے نئی جنریشن ہونے کے عین مطابق FB کو دیکھنا مناسب سمجھا تھا۔ ٹپو چائنا گیا ہوا تھا کمپنی کی طرف سے۔ وہ جانتی تھی اور وہ اس بات سے بھی خوفزدہ نہیں تھی کہ ٹینا بھی چائنا میں ہی تھی۔ وہ جانتی تھی کہ پچھلے بارہ ماہ (یعنی پورا سال) سے وہ رابطے میں نہیں تھے اور یہ کہ وہ ٹینا نامی باب ٹپو کی زندگی سے پھاڑ چکی ہے۔ ایسے ہی اسکرول ڈاؤن کرتے ہوئے اس کی چند تصویروں پر نظر پڑی...... اس کے ہاتھ کی حرکت ایک دم رکی اور پھر اگلے ہی دم میں وہ تیزی سے حرکت میں آئے تھے۔ ہنستے چہرے، طمانیت اور بے فکرا پن لیے ہوئے...... لطف اندوز ہوتے ہوئے...... وہ ان چہروں کو اور ان چہروں سے ٹپکنے والی مسرت کو دیکھ رہی تھی۔ چند لمحے وہ بدترین شاک کا شکار ہو کر ان تصاویر کو دیکھتی رہی اور پھر اِک زہر خند اس کے ہونٹوں پر پھیلی تھی۔

"nice move tappu" اس نے پوسٹ کے نیچے اسے مینشن کیا اور زور سے لیپ ٹاپ کا lid گرایا تھا۔

☆☆☆

''یہ کیا بچگانہ طریقہ ہے فرح......؟'' وہ کل ہی چائنا سے آیا تھا اور فرح پچھلے پانچ دن سے سسرال کو چھوڑ کر میکے میں بیٹھی تھی۔ اس کے سوال پر فرح نے تیز چھید کرتی نظروں کے ساتھ اسے دیکھا تھا۔

''ٹپو کیا تمہیں واقعی کمپنی نے بھیجا تھا؟'' وہ ٹانگ پر ٹانگ چڑھائے...... بے حد سکون سے بولی۔ اس سوال پر ٹپو نے ہونٹ بھینچے...... چند لمحے وہ سر جھکائے بیٹھا رہا اور پھر اس نے براہ راست فرح کو دیکھا۔

''یہ بحث اپنے گھر چل کر کرتے ہیں، اٹھو میں لینے آیا ہوں۔'' اس کا انداز تحمل بھرا تھا۔ مصالحانہ تھا۔

''نہیں...... یہ بحث یہیں ہوگی...... اور جب تک اس کا نتیجہ نہیں نکل آتا میں گھر نہیں جاؤں گی۔''

''فرح یہ ہمارا پرسنل میٹر ہے اسے پبلک کیوں کر رہی ہو؟''

''اسے میں پبلک کر رہی ہوں...... میں......؟

www.urdugem.com

اور وہ جو تم چائنا میں اس کے ساتھ مزے کر رہے تھے۔ وہ کیا تھا ٹیپو......؟'' وہ پھٹ پڑی تھی۔

''دوست تھی وہ میری...... اور ان تصاویر میں تمہیں بس وہ ہی نظر آئی۔ دوسرے دوست نظر نہیں آئے؟'' اب کہ وہ بھی لاؤڈ ہوا۔

''دوست ہے یا کچھ اور ٹیپو...... تمہیں یہ ڈیفائن کرنا ہوگا۔ میرے اور تمہارے رشتے میں جھوٹ نہیں ہونا چاہیے۔ کوئی دھوکا نہیں ہونا چاہیے۔ تمہیں کیا لگے گا اگر میں ایسا کروں تو؟''

''تم اگر منہ سے کسی کو دوست بولو گی تو میں یقین رکھوں گا کہ ہاں...... وہ واقعی میں تمہارا دوست ہے۔ اور ہمارے رشتے میں کوئی دھوکا، کوئی جھوٹ نہیں ہے، میں تمہارے ساتھ زندگی بتانا چاہتا ہوں یار...... اس لیے میں ہر پھانس ہر چبھن کو اس رشتے سے نکال دینا چاہتا ہوں۔'' وہ اب کہ سکون سے سمجھانے والے انداز میں کہہ رہا تھا۔ وہ چند لمحے اس کے چہرے کو تکتی رہی۔

''تم اگر میرے ساتھ زندگی بتانا چاہتے ہو تو ٹینا کہاں سے آجاتی ہے بیچ میں؟ کیوں آجاتی ہے، کتنا سکون تھا پچھلے ایک سال سے اور اب......'' وہ تھکے، تھکے انداز میں ہاتھ پھیلا کر بولی تھی۔

''ٹینا بیچ میں نہیں آتی فرح...... وہ تو شروع سے ہے۔ پلیز اس بات کو سمجھنے کی کوشش کرو...... میرا بچپن، لڑکپن، جوانی، ایجوکیشن سب اس کے ساتھ، ساتھ گزری ہے۔ اب یوں اک دم سے اسے زندگی سے نکال کر پھینک دینا...... ناممکن سا ہے میرے لیے۔ میری زندگی کا اک حصہ ہے وہ...... کسی کتاب کا صفحہ نہیں جو پھاڑ کر پھینک ڈالوں......'' اور فرح...... وہ اِک شاک سے اسے تک رہی تھی۔

''مجھے یوں مت دیکھو فرح...... میں نے کہا ناں تم سے کوئی جھوٹ نہیں بولوں گا۔ دھوکا نہیں دوں گا...... میں ٹینا کو اپنی زندگی سے نکال بھی دوں تو دل سے نہیں نکال سکتا۔ تم کیا اتنی سی اجازت دے سکتی ہو مجھے کہ میں اسے اپنے دل میں اِک یاد کی طرح محفوظ رکھ سکوں؟ ٹھیک ہے میں تمہارے لیے...... اس سے ملوں گا نہیں...... اس کا ذکر بھی نہیں ہوگا...... وہ میرے اور تمہارے بیچ میں آج کے بعد کبھی نہیں آئے گی...... مگر...... میں...... میں......'' وہ اِک لمحے کے لیے رک سا گیا۔ ''میں اسے اپنے دل سے نکال نہیں سکتا فرح...... یہ...... یہ میرے اختیار سے باہر ہے۔''

وہ جیسے لاچار نظر آیا۔ اور فرح...... اس نے عجب شاک سے گردن گھما کر اس کے چہرے کو دیکھا۔ وہ اس کا چہرہ بے حد بے یقینی سے تک رہی تھی۔

''تو تم اسے اپنے دل سے نکال نہیں سکتے؟'' اس نے حیرانی سے سوال کیا اور جواباً ٹیپو نے اِک گہری سانس بھر کر دونوں ہاتھ چہرے پر پھیرے تھے۔

''فرح دیکھو...... میرے دل میں جو تھا، میں نے تمہیں بتا دیا۔ جھوٹ نہیں بولا۔ تم بھول کیوں نہیں جاتیں کہ کوئی ٹینا بھی تھی۔ سمجھو کہ نہیں تھی۔ وہ ہم دونوں کے بیچ نہیں آتی فرح...... یہ تم ہو جو اسے بار، بار گھسیٹ لاتی ہو۔''

''میرے سوال کا جواب...... یہ وضاحت نہیں ہے ٹیپو......'' وہ سلگی۔ ''مجھے میرے سوال کا جواب دو ٹیپو...... تم اسے دل سے نکال سکتے ہو یا نہیں......'' وہ پھٹ پڑی اور ٹیپو نے جواب نہیں دیا۔ اس نے بس اِک سرد نگاہ اس پر ڈالی تھی۔ ایسی نگاہ جو اس کے سوال کا جواب نہیں تھی تو تسلی بھی نہیں تھی۔ فرح اک لمحے میں سلگ کر بھڑکی اور بھڑک کر فنا ہوئی تھی...... راکھ ہوئی تھی...... یوں جیسے آگ اس کے پور، پور میں دہک اٹھی تھی...... اور وہاں پھر خاموشی تھی۔ جو پھیلی تھی۔ کئی لمحے وہ دونوں اپنی، اپنی جگہ پر خاموش ساکت بیٹھے رہے۔

''تو تم اسے دل سے نکال نہیں سکتے۔'' اور پھر اس کی آواز کسی آہ کے مانند گونجی تھی۔ اور وہ طنزیہ ہنسی۔

''تو ٹھیک ہے ٹیپو...... تم اسے دل سے نکال نہیں سکتے اور میں تمہیں ایسے دل میں بسا نہیں سکتی...... تو آج سے، اب سے ہمارے راستے الگ، الگ ہوگئے۔ اب چاہے تو اسے یاد بنا کر دل

میں محفوظ کر لینا یا پھر زندگی میں...... میری بلا سے۔'' اس نے تلخی سے کہہ کر ٹیپو کو حیران کر دیا۔

''فرح......!'' اور وہ اس قدر حیران ہوا کہ آواز حلق سے نکل نہ سکی...... وہ محض لب ہلا کر رہ گیا تھا۔

''تم طلاق کے پیپرز بھجواؤ گے یا...... میں خلع کا کیس دائر کروں؟''

اور ساتوں کے ساتوں آسمان اپنے قہر سمیت ٹیپو کے سر پر ٹوٹے تھے۔

☆☆☆

''ٹینا......''

''جی ماما......'' اور ماما اِک دم سے خاموش ہوئیں۔ وہ جیسے الجھ سی گئیں کہ جو وہ پوچھنے جا رہی ہیں آیا اس سے وہ پوچھنا بھی چاہیے تھا یا نہیں...... لیکن...... پوچھے بنا بھی کوئی تو چارہ نہ تھا۔

''ماما...... کیا بات ہے؟'' انہیں خاموش پا کر وہ بولی تھی۔

''ٹینا...... تمہارے اور ٹیپو کے بیچ کچھ چل رہا ہے کیا؟'' اِک زہر بھرا کڑوا سا گھونٹ پی کر بالآخر انہوں نے کہہ ہی ڈالا...... اور وہ اتنی خاموش ہو گئی تھی کہ فون کے دوسری طرف اس کی سانس تک محسوس نہیں ہوتی تھی۔

''ٹینا؟'' استفسار کرتا ہوا لہجہ......

''ہوا کیا ہے ماما؟'' اس کے لہجے سے خوف کی بو آتی تھی۔

''ٹیپو اور فرح کے تعلقات سخت کشیدہ ہیں۔ فرح نے خلع کا کیس دائر کر دیا ہے اور خلع لینے کی وجہ تم نامزد ہوئی ہو ٹینا...... اس کا کہنا ہے کہ ٹیپو کے تمہارے ساتھ......'' اور اس سے آگے وہ منہ پہ ہاتھ رکھ کر سسک اٹھی تھیں۔ اور ٹینا...... وہ بے دم ہو کر ڈھے پڑی۔ فون اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر نیچے جا گرا تھا اور فون گرنے کی آواز کسی دھماکے کی طرح اس کے کانوں میں گونجی تھی اور اس نے بے اختیار دونوں ہاتھ کان پر رکھے تھے۔ مگر سائیں، سائیں کی آواز اس کے کانوں کے پردے پھاڑ رہی تھی...... بے ساختہ وہ کانوں پر ہاتھ رکھ کر دُہری ہوئی تھی۔ اور فرح نے اسی پر بس نہیں کیا تھا۔ ثبوت کے طور پر اس نے ٹیپو اور ٹینا کی تصاویر بھی پیش کی تھیں، ان میں حالیہ پارٹی کے علاوہ ان دونوں کی یونی کی تصاویر بھی شامل تھیں۔

☆☆☆

گاڑی گیٹ کے سامنے آ کر رکی...... یوں جیسے اس کی سانس رک گئی تھی۔ کتنی مشکل سے اس نے خود کو بائیں طرف دیکھنے سے روکا تھا۔ تھک کر اس نے سیٹ کی بیک سے سر ٹکایا اور تکلیف سے آنکھیں موند لی تھیں۔ اس کی تعلیم تو ختم ہونی ہی تھی۔ اور اسے واپس آنا ہی تھا اور اسی گھر میں ہی آنا تھا جو ٹیپو کے گھر کے سامنے تھا۔ وہ بھاگ نہیں سکتی تھی۔ پر کاش کہ وہ بھاگ سکتی...... کاش کہ وہ اپنے گھر کو اٹھا کر کہیں لے جا سکتی مگر یہ دو چیزیں ناممکن تھیں تو وہ خود ہی کہیں غائب ہو جاتی...... پر نہیں یہ سب ہی ناممکن تھا۔ وہ بچ نہیں سکتی تھی، وہ بھاگ نہیں سکتی تھی۔ وہ تو کہیں چھپ بھی نہیں سکتی۔

''یا خدا......!'' اس نے دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپایا تھا۔ مین گیٹ کھلا...... گاڑی رینگ کر اندر داخل ہوئی۔ دروازہ بند ہوا اور سامنے نظر آنے والا گھر چھپ گیا۔ اور ٹینا کا جی چاہا کہ وہ یوں ہی چھپا رہے۔ کبھی نظر نہیں آئے، نہ نظر آئے نہ سامنا ہو...... نہ سوال د جواب...... اس نے اپنے حصے کی بدنامی اپنے ماتھے پر لکھوالی...... اور اس کا خراج بھی وصول کر لیا اور اب...... اب وہ اس شخص کا سامنا نہیں کرنا چاہتی تھی۔ شکل تو دور کی بات وہ تو اس ہوا میں سانس بھی نہیں لیتی کہ جہاں ٹیپو رہتا تھا۔ لوگوں کی اٹھتی انگلیاں نہیں بڑے، بڑے تیر تھے جو اس پر تو برسے ہی مگر معاف اس کے گھر والوں کو بھی نہیں کیا تھا۔ ڈائیورس ہو چکی تھی۔ اور اس سب میں...... سب سے زیادہ بدنامی ٹینا کے ہی حصے میں آئی تھی۔ ایسے، ایسے الزام داغے گئے تھے کہ لفظ بیان کرتے ہوئے شرما جائیں۔ اور اب بس...... اس سے زیادہ وہ سہہ نہیں سکتی تھی۔

www.urdugem.com

برداشت ختم تھی اور ہمت خدا حافظ کہہ کر جا چکی تھی۔ اِک گہری سانس بھر کر وہ گاڑی سے اتری سامنے ہی اس کے گھر والے اس کا استقبال کرنے کو موجود تھے۔

☆☆☆

''آئم سوری یار..... مجھے نہیں معلوم تھا کہ محض میرے چند تصاویر پوسٹ کرنے سے تمہاری زندگی یوں اتنے بڑے mess کا شکار ہو جائے گی۔'' واسع کی بات سن کر اس کے ہونٹوں پر پھیکی سی مسکراہٹ رینگی۔

''سوری کیوں کہتے ہو یار یہ سب یوں ہی ہونا طے تھا۔ تم تصاویر پوسٹ نہ بھی کرتے تو وہ کوئی اور وجہ ڈھونڈ لاتی۔ غلطی صریحاً میری ہے۔ میں نے اک عورت کے ساتھ سچ کی بنیاد پر تعلق قائم کرنا چاہا تھا۔ جھوٹ کا فریب ٹھیک رہتا تھا۔ بیوی بھی رہتی اور زندگی بھی اتنے بڑے mess کا شکار نہیں ہوتی۔'' لہجہ زہر خند..... انداز کڑوا..... اور فون کے دوسری طرف خاموشی چھائی تھی اور پھر چند لمحوں بعد واسع کی طرف سے ایک گہری سانس ابھری تھی۔

''ہم سب تو یہی گمان کرتے تھے کہ تم ٹینا سے ہی شادی کرو گے مگر تم.....''

''ہاں..... میرا قصور..... فاش غلطی کہ میں اسے دوست سمجھا۔'' اور پھر بولا نہیں، کراہا تھا۔

''ٹینا کیسی ہے؟''

''کچھ معلوم نہیں..... دن میں سو بار لعنت تو ضرور بھیجتی ہوگی مجھ پر۔'' وہ ہنسا، ہنسا کہ چیخ کر ٹوٹا۔ سمجھ نہ آئی تھی۔

''سب ٹھیک ہو جائے گا یار..... حوصلہ کر.....'' واسع بے اختیار بولا تھا۔

''یو نو واٹ..... اس سب میں نقصان میرا نہیں ہوا۔ فرح کا بھی نہیں..... نقصان ٹینا کا ہوا ہے یار..... وہ بِنا قصور کے سزاوار ٹھہرائی گئی ہے۔''

''سن ٹپو..... سمیٹ لے اس سارے mess کو اور ٹینا کو بھی شادی کر لے اس سے..... سب ٹھیک ہو جائے گا تو دیکھنا سب ٹھیک ہو جائے گا۔'' اور ٹپو زور سے ہنس دیا۔

''کیا بات کرتا ہے واسع..... ٹینا تو اب ٹپو پر تھوکے بھی نہ.....'' اور یہ کیسی ہنسی تھی اس کی..... جو کہ زخم لگاتی تھی..... دل پر وار کرتی تھی۔ یہ کیسی ہنسی تھی ہاں، کیسی.....؟

☆☆☆

زندگی تو چاہتی تھی کہ اپنے لمبے اور بھاری بوٹوں تلے اسے روند دے کچل ڈالے..... مگر یہ وہ ہی تھی جو ابھی تک خود کو..... خود ہی مضبوطی سے تھامے ہوئے تھی۔ لاکھ بے دلی کے باوجود وہ آفس جانے کے لیے تیار تھی۔ کتنی تبدیلی آئی تھی ناں اس میں..... جینز کرتی کی جگہ نارمل شلوار سوٹ پہنے ہوئے تھی اور دوپٹا..... وہ سر پر لے رکھا تھا۔ دوپٹا سر پر جما کر شاید وہ ثابت کرنا چاہتی تھی کہ وہ شریف ہے..... وہ گندی عورت نہیں ہے۔ اسے یوں محسوس ہوا جیسے دوپٹا لپیٹ لینے سے دنیا شرافت کی سند اسے عطا کر دے گی۔ بڑی تیزی سے اس کی آنکھوں میں پانی جمع ہوا تھا۔ یہ معاشرہ خود سے ہی کچھ norms طے کر دیتا ہے جو دوپٹا سر پر لے وہ اچھی، عورت جو نہ لے وہ بری، اور اس نے دوپٹا اپنے سر سے نوچ ڈالا اور نوچ کر پرے پھینکا.....

''میری شرافت کو اس دوپٹے کی ضرورت نہیں۔'' وہ سلگی تھی..... مگر نہ جانے کیوں اس کا ہاتھ بار، بار گردن میں لپٹے دوپٹے کی طرف بڑھتا اور اسے سر پر جما دینا چاہتا تھا..... اور اپنی اس کوشش کے ہاتھوں وہ خود ہی ہلکان اور پریشان تھی۔

☆☆☆

وہ جانتا تھا کہ وہ آ چکی ہے۔ وہ یہ بھی جانتا تھا کہ وہ روز صبح کس وقت آفس جاتی ہے اور کس وقت واپس..... اسے یہ بھی معلوم تھا کہ کس وقت وہ اپنے گھر کے لان میں بیٹھ کر چائے پیتی ہے مگر یہ سب

معلوم ہونے کے باوجود وہ اس کا سامنا نہیں چاہتا تھا۔ وہ روز صبح اس سے بچ کر آفس کے لیے روانہ ہوتا اور بچ کر ہی واپس گھر آتا۔ اس نے ٹیرس پر آنا بھی چھوڑ دیا کہ وہاں سے صاف ان کے گھر کا لان دکھتا تھا۔ اس نے اپنی سرگرمیاں بھی اس قدر محدود کر لی تھیں کہ بھولے سے بھی اس کا اور ٹینا کا سامنا نہ ہو سکے۔ وہ اسے کوئی صفائی دینا چاہتا تھا نہ دے سکتا تھا۔ وہ قصوروار تھا اس کا..... وہ اس تکلیف کو اس کے چہرے پر نہیں دیکھنا چاہتا تھا۔ نہیں دیکھ سکتا تھا جو ٹپو کو دیکھ کر ٹینا کے چہرے پر آتی۔ وہ خود کو اس کی زندگی سے کک آؤٹ کر دینا چاہتا تھا مگر چاہ کر بھی وہ ایسا نہیں کر سکتا تھا۔ اب نہ سوشل گیدرنگز ہوتی تھیں نہ فیملی ڈنرز..... پر پھر بھی گوسپ کے لیے ایک اعلیٰ موضوع تھا لوگوں کے پاس..... ٹپو اور ٹینا..... وہ مرد ہو کر اس قدر محدود ہو چکا تھا تو سات سلام تھے اس کی نسوانیت کو..... جو وہ یوں دنیا کا سامنا کرنے روز صبح نکلتی تھی، وہ کیسے سہتی ہوگی لوگوں کی الزام دیتی نظریں اور کانوں میں مجرم کا ٹھپا لگاتی سرگوشیاں..... وہ کیسے سہتی ہوگی۔ اور یہ سوال ٹپو کو مار، مار جاتا تھا اور وہ شدید خواہش کے باوجود بھی خود کو ٹینا کی زندگی سے کک آؤٹ نہیں کر پاتا تھا۔

☆☆☆

اس کے آفس میں ایک لڑکا تھا..... زوہیب..... اچھا خاصا خوبرو نوجوان تھا، لڑکیاں اسے دور، دور سے دیکھ کر ہی مر، مر جایا کرتی تھیں اور اب ہوا یہ کہ اس زوہیب کی میز پر کوئی روز سرخ گلاب رکھ جاتا تھا۔ کون تھا یا تھی..... یہ معما حل ہونے میں نہیں آتا تھا۔ بڑی سوچ بچار کے بعد وہ ٹینا کے کیبن میں آیا تھا۔ اس نے اجازت لینا بھی گوارا نہ سمجھا..... کرسی کھینچی اور ٹانگ پر ٹانگ دھر کر بیٹھ گیا۔ ٹینا ہکا، بکا، منہ کھولے مارے استعجاب کے ٹائپنگ کرتے ہاتھ روکے..... اسے تکتی تھی۔

''دیکھو ٹینا..... اگر تم مجھ میں انوالو ہو یا پسند کرتی ہو تو تمہیں براہ راست مجھ سے بات کرنی چاہیے تھی۔ یوں میز پر پھول رکھنے کا مقصد.....؟'' کیا..... مسخرانہ انداز تھا کہ اش، اش کرنے کو جی چاہا۔ اور ٹینا..... پہلے اس کی رنگت فق ہوئی اور پھر اس نے زور سے شاؤٹ کیا۔

''تمہارا دماغ ٹھیک ہے؟''

''میرا تو ٹھیک ہے مگر تمہارا خراب لگتا ہے۔'' اس کے انداز میں فرق نہیں آیا تھا۔

''اٹھو، اٹھو.....'' وہ کھڑی ہوئی اور شہادت کی انگلی سے اسے بھی اٹھنے کا کہا۔

''اٹھو اور دفع ہو جاؤ یہاں سے..... ٹینا میں اتنی ہمت ہے کہ وہ جسے پسند کرے..... اس کے منہ پر کہہ سکے.....'' وہ بولی نہیں..... غرائی تھی۔

''ہاں..... یہ تو ہم جانتے ہی ہیں..... اس لیے تو ایک طلاق کروا چکی ہو اور اسی لیے شک بھی میرا تم پہ ہی جاتا ہے۔ تم جیسی لڑکیاں.....'' اور وہ ایک دم یوں سن ہوئی کہ کاٹو تو بدن میں لہو نہیں..... ہلاؤ تو جان نہیں..... دیکھو تو سانس نہیں.....

اور پھر یہ بات یہیں تک نہ رہی تھی پورے آفس تک پھیل گئی تھی..... اور جس دن باس نے بلا کر اس سے باز پرس کی تو اس دن..... اس دن بس، بس ہو گئی تھی، وہ ڈھے پڑی تھی۔

☆☆☆

معلوم نہیں یہ کس کے لیے برا ہوا..... ٹپو کے لیے..... ٹینا کے لیے یا پھر ان دونوں کے لیے ہی..... غلط وقت پر..... غلط جگہ اور غلط حالات میں ہی دونوں کا آمنا سامنا ہوا تھا۔ وہ آفس سے آ رہی تھی اور ٹپو کو بھی آج معمول سے کچھ دیر ہو گئی تھی اور لو ہو گیا آمنا سامنا..... آفس سے نکلتے وقت تو اس پر سخت مایوسی اور تکلیف حاوی تھی اور اب..... اس شخص کی شکل دیکھتے ہی خون لاوا بنا اور لاوے کا کام پھٹ پڑنا ہے۔ پھر یک دم گاڑی کے ٹائر زور سے چرچرائے تھے۔ بڑی مشکل سے بریک لگا کر اس نے گاڑی کو روکا تھا ورنہ وہ اچانک سامنے آنے والی ٹینا کو اڑا کر پرے

www.urdugem.com

گرا چکی ہوتی۔ اور اب...... وہ اسٹیئرنگ پر ہاتھ جمائے سانس روکے یوں بیٹھا تھا کہ جیسے سانس لی، حرکت کی تو وہ اسے کچا چبا جائے گی۔

''یو...... ایڈیٹ......'' وہ غرائی اور کار کی کھڑکی پر آئی تھی۔

''دیکھو، دیکھو محض تمہاری وجہ سے مجھے کیا، کیا بھگتنا پڑ رہا ہے۔ اللہ غارت کرے تمہیں ٹپو...... تم نے مجھے برباد کر دیا۔'' وہ روتے ہوئے بولی۔ اور اسی طرح روتے ہوئے وہ وہاں سے چلی گئی تھی۔ اور ٹپو......

''اوہ...... میرے خدا......'' اور پھر اس نے تکلیف سے آنکھیں بند کیں...... ''یہ بددعا تو کم تھی جو تم مجھے دے کر گئیں ٹینا......'' رنج سے اس نے ماتھا اسٹیئرنگ سے ٹکا کر سوچا تھا۔

☆☆☆

پچھلے دو دن سے وہ بغیر کوئی وجہ بتائے اور بنا کسی اطلاع کے چھٹی پر تھی اور چھٹی پر بھی کیا تھی سمجھو اپنے کمرے میں بند تھی۔ ہاں، تیسرے دن وہ کمرے سے نکلی تھی اور دو ہی دن میں آنکھوں کے نیچے کی سطح گہری ہو چکی تھی۔ چہرہ زرد تھا اور آنکھیں سوجی ہوئیں۔ وہ بنا کسی سے بات کیے گھر سے صبح سات بجے نکلی اور گیارہ بجے پھر سے آ کر کمرا نشین ہو گئی تھی۔

یہ دو دن...... پورے دو دن اس نے استعفیٰ لکھنے میں لگا دیے تھے۔ یہ کیس ٹینا جیسی لڑکی کے لیے آسان نہیں تھا۔ نہ...... یہ بالکل بھی آسان نہ تھا باپ کی مرضی کے خلاف جا کر اپنی پسند سے اسٹڈی کرنا...... نمایاں مقام حاصل کرنا اور پھر اپنی ہی قابلیت پہ یہ جاب بھی حاصل کرنا حالانکہ باپ تو اسے بزنس پڑھانا چاہتے تھے اور پھر یہ چاہتے تھے کہ وہ بزنس سنبھالے...... یہ جاب تو اس کے سینے پر سجا تمغہ تھی...... حسن کارکردگی کا تمغہ...... وہ career oriented, لڑکی تھی اور اس کے لیے ایسا کرنا یوں ہی تھا کہ جیسے کوئی عمر بھر کی کمائی...... سارا جمع جتھا راوی میں بہا دے یا بحیرۂ عرب میں غرق کر دے...... وہ بھی اپنے ہی ہاتھوں سے...... اب اس پر اتنا تو سوگ بنتا ہی تھا کہ وہ رو، رو کر آنکھیں سجا لے...... چند دن کے لیے کمرا نشین ہو جائے، بھوک پیاس سے ذرا بے نیاز ہو جائے...... اب اتنا سوگ تو بنتا ہی تھا ناں......

☆☆☆

''ٹینا، ٹینا...... میرے بچے۔'' اس کے باپ نے بے حد پیار سے اس کے بکھرے بالوں کو سنوارا...... وہ غنودگی سے حالتِ بیداری میں آئی اور باپ کا چہرہ دیکھتے ہی دونوں بازو ان کے گلے میں ڈال کر منہ سینے میں چھپا لیا...... وہ روتی نہ تھی۔ بس تھکن بھرے انداز میں باپ کے سینے میں منہ چھپائے کچھ گھڑیاں بتانا اور سوگ منانا چاہتی تھی۔ وہ اس کے سر پر پیار سے ہاتھ پھیر رہے۔ یوں جیسے تسلی دینا چاہتے ہوں۔

''کیوں کیا ریزائن......؟'' چند لمحوں کے توقف کے بعد انہوں نے پوچھا۔

''میں نہیں سہہ سکتی تھی پاپا......'' آواز بھاری مگر شکستہ تھی۔

''ایسے تھوڑی ہی ہمت ہار جایا کرتے ہیں بیٹا...... حوصلہ کرتے ہیں، ہمت دکھاتے ہیں۔ دنیا کو بتاتے ہیں کہ ہم پر جو الزام لگا ہے وہ غلط تھا۔ یوں منہ چھپانا تمہیں کس نے سکھلا دیا ٹینا؟ میں نے تو نہیں سکھایا۔'' اب کی بار وہ دونوں ہاتھوں میں اس کا چہرہ لے کر بولے اور اس نے سر جھکا لیا۔

''لوگ اتنی سخت اور گندی بات کرتے ہیں پاپا کہ سب سکھایا پڑھایا بھول جاتا ہے۔ عدالت بری بھی کر دے تو...... تب بھی دنیا ملزم نہیں مجرم ہی گردانتی ہے۔'' اور بہت ضبط کے باوجود ایک آنسو اس کی پلک کی نوک پر ٹھہر نہ سکا تھا۔ گال پہ جا گرا...... جسے بڑے ہی دکھ سے اس کے باپ نے صاف کیا...... اس کا ماتھا چوما اور ایک بار پھر سے اسے اپنے سینے میں چھپا لیا تھا کہ یہ واحد بچ جانے والی عافیت کی جگہ تھی۔

☆☆☆

اور پھر اسے اس ماحول، اس کیفیت، بیزاری اور بیکار بنا دینے والی فراغت سے بچانے کے لیے اسے دبئی چچا کے پاس بھیج دیا گیا تھا۔ تاکہ وہ ذہنی طور پر کچھ آرام پا سکے...... ہوا فضا بدل جانے پر مکمل طور پر اثر انداز نہ بھی ہو تو طبیعت میں بہتری ضرور لاتی ہے۔ سو اسی اک سوچ کے تحت اسے چچا کے پاس ان کی فیملی میں بھیجا گیا تھا۔ ان کے دو بچے تھے، بارہ سالہ اذان اور بیس سالہ طیبہ...... طیبہ جیولری ڈیزائنگ کی تعلیم حاصل کر رہی تھی۔ اس کی اسائنمنٹس پراجیکٹس کو دیکھ کر ٹینا کی دلچسپی بیدار ہو گئی تھی۔ طیبہ کو ڈیزائن تیار کرتے دیکھ کر وہ بھی تھوڑا بہت جان گئی تھی اور ایسے ہی فارغ وقت میں اس نے اک ڈیزائن کا اسکیچ بنایا تھا۔ اور جب طیبہ کو دکھایا تو وہ اک نظر ڈیزائن کو دیکھتی اور اک نظر ٹینا کو......

''اوہ میرے خدا آپی۔ ٹینا آپی یہ تو بہت خوب صورت ہے، ہاں ابھی رف ہے، کچھ تکنیکی غلطیاں ہیں، amendments کی ضرورت ہے۔ مگر جب یہ کسی جیولری ڈیزائنر کے ہاتھوں بنے گا تو یقین کریں...... یہ بہت خوب صورت ہوگا۔'' وہ کاغذ کو الٹ پلٹ کر...... کسی ماہر استاد کی طرح دیکھتی ہوئی بول رہی تھی۔ ٹینا ہنس دی۔

''یہ تو ایسے ہی بنا ڈالا......''

''آپ کو تو جیولری ڈیزائنگ کا کورس کرنا چاہیے۔''

''واٹ......؟ ارے نہیں۔'' اس نے بات اڑائی۔

''نہیں، کیوں نہیں......! ٹیلنٹ ہے آپ میں، میں دیکھ سکتی ہوں...... اور کسے معلوم آپ اس فیلڈ میں کتنا نام کما لیں......''

''تم طیبہ سے شیخ چلی کب سے ہو گئیں؟'' وہ مسکراتے ہوئے چیزیں سمیٹتے ہوئے بولی۔

''اوہ کم آن آپی...... ذرا سوچیں تو سہی اس کے بارے میں۔'' اور آپی نے اس وقت اس بات کو اڑا دیا تھا...... لیکن ہوا کچھ یوں کہ گھر پر تو ہوتا کوئی نہیں تھا۔ اذان اسکول، چچا جاب پر...... طیبہ انسٹی ٹیوٹ

دنیا کے کسی بھی گوشے میں اور ملک بھر میں
گھر بیٹھے
رسالے حاصل کیجیے
جاسوسی ڈائجسٹ، سسپنس ڈائجسٹ
ماہنامہ پاکیزہ، ماہنامہ سرگزشت
باقاعدگی سے ہر ماہ حاصل کریں اپنے دروازے پر
ایک رسالے کے لیے 12 ماہ کا زرِ سالانہ
(بشمول رجسٹرڈ ڈاک خرچ)
پاکستان کے کسی بھی شہر یا گاؤں کے لیے 900 روپے
امریکا کینیڈا آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ کے لیے 10,000 روپے
بقیہ ممالک کے لیے 9,000 روپے
آپ ایک وقت میں کئی سال کے لیے ایک سے زائد رسائل کے خریدار بن سکتے ہیں۔ رقم اسی حساب سے ارسال کریں۔ ہم فوراً آپ کے دیے ہوئے پتے پر رجسٹرڈ ڈاک سے رسائل بھیجنا شروع کر دیں گے۔
یہ آپ کی طرف سے اپنے پیاروں کے لیے بہترین تحفہ بھی ہو سکتا ہے
بیرونِ ملک سے قارئین صرف ویسٹرن یونین یا منی گرام کے ذریعے رقم ارسال کریں۔ کسی اور ذریعے سے رقم بھیجنے پر بھاری بینک فیس عائد ہوتی ہے۔ اس سے گریز فرمائیں۔
رابطہ: ثمر عباس فون نمبر: 0301-2454188
سرکولیشن منیجر سید منیر حسین 0333-3285269
جاسوسی ڈائجسٹ پبلی کیشنز
63-C فیز II ایکسٹینشن ڈیفنس ہاؤسنگ اتھارٹی مین کورنگی روڈ، کراچی
فون: 35804200-35804300

www.urdugem.com

میں...... رہ گئیں چچی تو وہ آدھا دن گھر پر ہوتی تھیں باقی آدھا دن وہ بھی اک اسکول میں ایوننگ شفٹ میں پڑھاتی تھیں۔ سو رہ جاتی تھی ٹینا، بیچاری...... بھاں بھاں کرتا گھر اور بیکار کی فراغت......اور اس کے نتیجے میں بیکار کی سوچیں......

ایسے میں یہ ایک اچھا مشغلہ تھا......نت نئے ڈیزائن سوچنا اور بنانا...... کتنے ہی اسکیچ وہ بنا چکی تھی اور طیبہ کئی بار ہی اسے شارٹ کورس کرنے کا کہہ چکی تھی۔ اس کا خیال تھا کہ یہ وقتی دلچسپی ہے مگر فراغت، ذہنی حالت اور ماما، پاپا کا شادی، کرنے کا دباؤ......ان تینوں چیزوں نے اسے مجبور کیا کہ وہ مصروف ہو جائے اور جیولری ڈیزائننگ کا شارٹ کورس ہی کر لے...... اور بس پھر...... یہ یہاں تک ہی محدود نہ رہا تھا۔ شارٹ کورس کے بعد وہ ڈپلوما تک آ گئی تھی......اور اس کے بعد دبئی ہی میں ڈیزائنز کے طور پر اسے جاب بھی مل گئی تھی، وہ اپنی اس کیفیت سے کسی حد تک نکل آئی تھی۔ زندگی کو اک بار پھر سے اک نیا رخ...... نیا موڑ مل گیا تھا۔ اور رہ گیا ٹپو...... تو وہ یہ تمیز کرنے سے قاصر تھی کہ وہ اس سے نفرت زیادہ کرتی ہے یا کہ محبت......؟ اب بھی اس کے دل میں موجود ہے...... یہ طے تھا مگر یہ بھی سچ تھا کہ اسے اس شخص کا چہرہ اب کبھی نہیں دیکھنا تھا۔ اسے اب کبھی پاکستان نہیں جانا تھا۔ اسے اب پاکستان میں شادی بھی نہیں کرنی تھی...... اسے کوئی تعلق...... کوئی واسطہ اس ملک سے نہیں رکھنا تھا کہ جہاں ٹپو تھا، محبت میں تو وہ بھی گرفتار ہو ہی گئی تھی پر اس نے یوں بدنام نہ کیا تھا ٹپو کو...... اس نے تو منہ سے بھاپ تک نہ نکالی۔ ہوا کو بھی اجازت نہ بخشی کہ سرگوشی بن کر کسی کے کان میں...... محبت کا راز انڈیل پائے...... کوئی ایسا اشارہ بھی نہیں جو لفظ محبت تک راہنمائی کرتا ہو اور وہ...... چلا آیا تھا اس سے اظہارِ محبت کرنے کو...... اپنے پچھتاوے کو مٹانے کو...... کیا دیا تھا اس کے اظہار نے...؟ سوائے دکھ...... بدنامی...... اور ڈھیر ساری تکلیف کے......سو اب وہ مس ٹینا تھی...... دی جیولری ڈیزائنز اس کے علاوہ کچھ نہیں......

☆☆☆

''ہم جانتے ہیں کہ تم اک برے فیز سے گزرے ہو ٹپو......ہم تم سے یہ بات ابھی نہ کرتے اگر تمہاری زندگی اس قدر مکینیکل نہ ہوئی ہوتی۔ یوں جمود کا شکار نہ ہوئی ہوتی......تم تو وہیں کے وہیں کھڑے ہو ٹپو......موو آن کر ہی نہیں سکے......'' شفیع صاحب کے لہجے میں دکھ بولتا تھا۔ اور ٹپو خاموش......اور اس کی یہ خاموشی غصہ دلاتی تھی۔

''میں اور تمہارے پاپا حج کا فریضہ ادا کرنا چاہتے ہیں مگر ظاہر ہے تمہیں یوں چھوڑ کر نہیں جا سکتے۔ تمہاری شادی کرنا چاہتے ہیں ہم......'' اب کی بار تمثیلہ بولی تھیں۔ اور ٹپو نے نظر اٹھا کر ماں کو دیکھا۔

''بچہ نہیں ہوں میں، آپ جانا چاہتے ہیں تو جائیں۔''

''نہیں، ہم تمہاری شادی کر کے ہی جانا چاہتے ہیں۔''

''ٹھیک ہے، میں شادی کے لیے تیار ہوں۔ تو کیا لڑکی ٹینا ہے؟'' اس نے اتنے سکون بھرے انداز میں کہا کہ بے ساختہ شفیع صاحب کو غصہ آیا تھا۔ تمثیلہ نے ان کے بازو پر ہاتھ رکھ کر انہیں ٹھنڈا رہنے کا اشارہ کیا۔

''تم ٹینا کو منا لو...... ہمیں کوئی اعتراض نہیں اس پروپوزل پر......'' یہ بات کہنے والی بھی تمثیلہ ہی تھیں اور ٹپو کے تاثرات اِک دم طنزیہ سے ہو گئے۔

''آپ تو یوں بات کر رہی ہیں کہ جیسے جانتی ہی نہیں۔''

''یہ ہی تو...... وہ مانے گی ٹپو......؟ کبھی نہیں...

وہ دبئی میں سیٹل ہو چکی ہے اور اپنے ماں، باپ کو بھی وہیں سیٹل ہونے پر مجبور کر رہی ہے۔ ایسے میں تم تمہاری کہاں سے گنجائش نکلے گی اس کی زندگی میں...''

اور وہ اس دلیل پر سر جھکا کر خاموش ہوا......اور یہ ان خاموشی اگلے کچھ لمحوں کے لیے وہاں پھیلی رہی۔

''مجھے نہیں معلوم کہ میں کل...... پرسوں، ترسوں یا آنے والے کسی بھی دن میں شادی کے بارے میں سوچوں گا......اور اگر کبھی سوچا بھی تو یہ طے ہے کہ اس سوچ کا حوالہ ٹینا ہو گی۔ مجھ میں ہمت نہیں کہ میں اس

کا سامنا کروں...... کجا کہ اسے پروپوز کرتا...... جوتا ہی نہ اٹھا مارے میرے منہ پر......'' وہ جیسے کچھ یاد کر کے ہنسا تھا۔

''تو پھر......؟ پھر تم کرو گے کیا؟ اس کی آج نہیں تو کل کہیں نہ کہیں شادی ہو جائے گی تو تب؟ تب آپ جناب کیا کریں گے؟'' شفیع صاحب کا لہجہ طنز لیے ہوئے تھا۔

''انتظار......'' اس نے نظریں اٹھا کر سیدھا باپ کے چہرے کو دیکھ کر کہا تھا۔

''انتظار......؟ مگر کس بات کا؟'' تمثیلہ حیران ہوئیں۔

''اچھے وقت کا......ہو سکتا ہے مستقبل کا کوئی اک لمحہ میرے لیے ٹینا کا ساتھ لے آئے۔ کچھ ایسا انہونا......معجزے جیسا ہو جائے کہ وہ میری زندگی میں شامل ہو جائے۔ وہ میرے بارے میں اس حوالے سے سوچنے لگے...... ہو سکتا ہے ناں ایسا؟'' اس نے بچوں کے سے لہجے میں تسلی چاہی تھی ماں، باپ سے......اور کیا ہی بے بس آنچ دیتا لہجہ تھا اس کا...... تمثیلہ اور شفیع ایک دوسرے کو دیکھ کر رہ گئے تھے کہ کیا یہ پاگل پن نہیں تھا؟

''مت بھولو کہ ٹینا کو اپنی زندگی میں شامل نہ کرنے کی غلطی بھی تمہاری ہی تھی۔''

''ہاں......اور میں یہ غلطی دہرانا نہیں چاہتا۔'' اس کے ترنت کہہ دینے پر وہ دونوں لاجواب ہوئے تھے۔

''تم کیوں یہ سوچتے ہو، سمجھتے ہو کہ ٹینا اک ایسے شخص کے ساتھ زندگی بتانے کا فیصلہ کرے گی جو کہ اک بار بربادی بھگتا چکا ہو؟'' کئی لمحوں بعد تمثیلہ نے بڑے ہی ملائم، نرم لہجے میں سوال کیا اور سوال کیا، کیا گیا مانو اس کا چہرہ یوں تاریک ہوا کہ ماں، باپ کا دل دھک کر رہ گیا تھا۔ وہ دوست ہی اچھی تھی، محبت میں کیوں آئی...... کیوں؟ ٹپو اب سر پکڑے بیٹھا تھا۔

☆☆☆

"Tina's" اس نے طمانیت کی اِک گہری سانس بھری اور مسکراہٹ اس کے لبوں پر یوں پھیلی کہ جیسے پیار کی پہلی کلی...... اس نے مڑ کر اپنے باپ کو دیکھا، ماں کو دیکھا......وہ دونوں بھی مسکرا رہے تھے۔ اس نے مسکراتے ہوئے پلیٹ ان دونوں کے آگے کی۔ ان دونوں نے ہی قینچی اٹھائی اور دونوں نے ہی مل کر فیتہ کاٹا تھا۔ اور اس کے ساتھ ہی تالیوں کا شور گونجا تھا۔ اتنے بہت سارے دن، ڈھیر سارا وقت بتانے کے بعد وہ اس قابل ہوئی تھی کہ اپنی آؤٹ لیٹ کھول سکے......وہ بھی دبئی میں، عمر اب 30 کا ہندسہ بھی پار کرنے والی تھی۔ کہا تھا ناں وہ career oriented لڑکی ہے۔ اور اس نے ثابت کر دکھایا تھا۔ وہ اِک نامی گرامی ڈیزائنر تھی۔ اس کی جیولری نہ صرف پاکستان بلکہ دوسرے ممالک تک سپلائی ہوتی تھی۔ وہ کامیاب تھی، متحرک تھی۔ اس نے تلخ تجربے کو اتنی اجازت نہ دی تھی کہ وہ اس کی ذات کو ضائع کر دے...... مگر ایک بات تھی ضرور کہ اتنی کامیاب اور متحرک ہونے کے باوجود......وہ مسلسل اک جمود کا شکار بھی تھی۔ جیسے دریا کے دو کنارے ساتھ، ساتھ چلتے ہیں ناں......ایسے ہی یہ دونوں کیفیات اس کے اندر ساتھ، ساتھ اک نہج پر موجود تھیں۔ بظاہر وہ کامیاب، امیر، نامی گرامی، متحرک......کامیاب سماجی شخصیت تھی مگر...... اصل میں یہ ہی جمود تھا...... اک سی زندگی، صبح اٹھو، اپنا اسکیجویل دیکھو......میٹنگز بھگتاؤ...... نئے آرڈر حاصل کرو......آن لائن مارکیٹنگ پہ نظر رکھو...... اور اسی طرح کی ڈھیروں مصروفیات جو کہ دن کو کھا جاتی تھیں اور رات......جیولری ڈیزائننگ میں ساری پار......، بہ مشکل چند گھنٹوں کی نیند......اور سونے سے پہلے کسی معمول کی طرح وہ تلخ یاد......معلوم نہیں محبت کہ نفرت سینے میں پھانس کی طرح چبھتی تھی......تکلیف دیتی تھی اور پھر وہ یوں ہی اس یاد......کو جھٹکتے، جھٹکتے سو جاتی تھی تا آنکہ وہ صبح پھر سے ویسی ہی مصروف گلی بندھی زندگی گزار سکے۔ یہی زندگی کا جمود تھا۔

☆☆☆

اس کا سیل فون مسلسل تھرتھرا رہا تھا مگر اسے اتنی

www.urdugem.com

فرصت نہیں تھی کہ یہ ہی دیکھ لے کہ کون کال کر رہا تھا، میٹنگز بھگتا کر جب اس نے تھکن سے بھرپور انداز میں کرسی کی پشت سے ٹیک لگائی تو سیل فون اک بار پھر تھرتھرا رہا تھا۔ وہ چونک کر سیدھی ہوئی۔ بھوؤں کے درمیان اک بل لیے اس نے سیل کو اٹھایا۔ نمبر پاکستان کا تھا اور انجان تھا۔ کال آنا بند ہوئی تو اس نے دیکھا کہ چار، چار پانچ پیغامات اسی نمبر سے موصول ہو چکے تھے۔ اس نے اِک پیغام کو کھولا...... ''ہائے ٹینا......واسع......''

"It's an emergency" اور وہ سارے پیغامات اک سے ہی تھے۔ معلوم نہیں کیوں اس پیغام کو بڑھتے ہی اک تیز، گرم لہر اس کے پورے بدن میں دوڑی تھی۔ اس کا دل دھک کر کے رہ گیا تھا اور وہ نہیں جانتی تھی کہ اس نے کیوں جلدی سے فوراً سے دھڑکتے دل اور کانپتی انگلیوں کے ساتھ وہ نمبر ملایا تھا۔ بیل جا رہی تھی اور اس کا دل ڈوب، ڈوب کر ابھر رہا تھا۔

''ہیلو......'' دوسری طرف سے چند لمحوں بعد جواب آیا۔

''ہیلو......واسع......؟ کیا ہوا؟'' وہ گھبرائے مگر خوف زدہ انداز میں سوال کرتی تھی۔

''ٹینا، ٹپو......'' اور اس کا دماغ بھک سے اڑ گیا۔ واسع بول رہا تھا۔ وہ واسع کے الفاظ کو سمجھ نہیں پا رہی تھی۔ آواز اسے صاف سنائی دیتی تھی۔ حسِ سماعت متاثر نہ ہوئی تھی۔ یہ ذہن تھا جس نے کام کرنا چھوڑا تھا۔

''ہیلو، ہیلو ٹینا تم سن رہی ہو؟'' اور فون ٹینا کے ہاتھ سے چھوٹ کر نیچے جا گرا۔

''اوہ میرے خدا......'' اس نے اپنے ٹھنڈے ٹھار ہاتھوں سے اپنا چہرہ چھپایا اور چند لمحوں بعد وہ ٹیبل پہ سر رکھے بری طرح رو رہی تھی۔ اس کی پی اے نے شیشے کی دیوار کے پار سے یہ منظر دیکھا اور میٹنگ روم کی طرف بھاگی تھی۔

''میم، ٹینا میم؟'' اس نے کندھوں سے پکڑ کر اسے سیدھا کرنا چاہا۔

''آر یو آل رائٹ میم......؟'' وہ پوچھ رہی تھی اور ٹینا کی سسکیاں گونجی تھی۔

''پاکستان کی سیٹس کنفرم کرواؤ......فوراً...... It's an emergency'' کہہ کر وہ رکی نہیں تھی۔ اس نے تیزی سے اپنی چیزیں سمیٹی تھیں اور اس کے دوڑتے قدموں کا رخ اب لفٹ کی جانب تھا۔

☆☆☆

''کوئی اطلاع آئی؟'' اس نے واسع سے سوال کیا اور واسع نے مایوسی سے سر نفی میں ہلا دیا تھا اور اس کے یوں جواب دینے پر وہ اک گہری۔ آہ جیسی سانس بھر کر رہ گئی تھی۔

''کچھ کھایا اس نے......؟''

''کیسے کھا سکتا ہے؟''

''پانی ہی پلا دو اسے واسع...... معلوم نہیں کب اس نے پانی کا آخری گھونٹ پیا ہوگا۔'' اور یہ کہتے، کہتے اس کی آواز بھرا گئی۔

''تم کیوں نہیں ملیں اس سے؟''

''میں نہیں سامنا کر سکتی اس کا واسع...... میں اسے اس حال میں کیسے دیکھ پاؤں گی؟''

''ٹینا......تمہارے علاوہ اس وقت اور کوئی نہیں کہ جو اس کے زخموں پر مرہم رکھ سکے......اسے تمہاری ضرورت ہے۔'' اور ٹینا نے سر کرسی کی پشت سے ٹکا کر آنکھیں تکلیف سے بند کی تھیں۔ وہ اتنا حوصلہ لائے تو لائے کہاں سے آخر......!

☆☆☆

آج ہفتوں ہو گئے تھے......اک کہرام تھا جو برپا تھا، تمثیلہ اور شفیع کی ڈیڈ باڈیز۔ آج ہی پاکستان پہنچی تھیں۔ وہ دونوں حج کے لیے گئے تھے اور منیٰ میں ہونے والی بھگدڑ میں شہید ہو چکے تھے۔

''ٹینا......آؤ آخری بار انکل اور آنٹی کو دیکھ لو بیٹے......'' اس کی ماں نے اسے دور اک کونے میں چھپائے بیٹھا دیکھ کر اٹھانا چاہا۔

''مجھے نہیں دیکھنا ماما...... مجھے نہیں دیکھنا انہیں ایسے...... مجھے نہیں یقین کرنا کہ وہ دونوں نہیں رہے۔ مجھے یہی گمان رکھنا ہے کہ وہ یہیں کہیں ہیں، حج کے لیے گئے ہیں، آ جائیں گے ناں وہ مجھے نہیں یقین کرنا ماما......نہیں کرنا۔'' وہ ماں کی قمیص کے دامن کو مٹھیوں میں جکڑے، کسی بچے کی طرح رو، رو کر کہہ رہی تھی۔ بچپن سے لے کر جوانی تک وہ اور ٹپو اک دوجے کے ماں باپ سے یوں مانوس تھے جیسے کوئی اپنے ماں، باپ سے ہوتا ہے، بیچ کا کچھ عرصہ اس ناخوشگوار واقعے کی وجہ سے ایسا تھا جو کہ ان دونوں گھرانوں کا ملنا ملانا کم ضرور ہوا تھا۔ سلام دعا پھر بھی نہ ختم ہو سکی تھی۔ ٹپو اور ٹینا کا جو بھی معاملہ تھا یہ ان دونوں تک تھا۔ فرح کی غلطی کی سزا وہ ٹپو کو دے رہی تھی، اس کے ماں، باپ کو۔ اور اب وہ دونوں ہی نہیں رہے تھے تو گر وہ کہتی تھی کہ اسے نہیں یقین کرنا تو وہ ٹھیک کہتی تھی اور ٹپو...... اس کی حالت کو کیا کہہ کر بیان کیا جائے، وہ ماں کے جنازے کو کندھا دیتا یا باپ کو...... ارے اس میں تو اتنی سکت، اتنی ہمت ہی نہیں بچی تھی کہ وہ سیدھا کھڑا رہ پاتا۔ دو افراد نے مل کر اسے گاڑی میں بٹھایا تھا تا کہ وہ قبرستان تک پہنچ سکے اور ٹینا، ٹپو کو اس حال میں دیکھ کر ڈھے پڑی تھی۔ اوہ خدایا......اوہ خداوند...... کسی کے ماں باپ کو کچھ نہ ہو، کچھ بھی نہیں ہو۔ آمین!

☆☆☆

اس نے پیچھے سے آ کر اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا...... وہ چونکے بنا مڑا اور پھیکا سا مسکرا کر اسے دیکھا......اس نے کافی سے بھرا مگ اسے تھمایا اور اپنے مگ کے ساتھ وہ اس سے دو سیڑھیاں نیچے جا کر بیٹھی تھی۔

''میں نے کہا تھا ماں سے...... ہو سکتا ہے کچھ انہونا ہو جائے...... کچھ ایسا کہ ٹینا میری زندگی میں شامل ہو جائے اور دیکھو......'' اور اس کے بعد اس کی آواز بھرا گئی۔ وہ بات پوری نہ کہہ سکا۔

''ہم دونوں کو اب کوئی حادثہ ہی ''ملا'' سکتا تھا ٹپو......'' وہ مگ کو دونوں ہاتھوں سے تھامے اٹھتی بھاپ پر نظریں جمائے بولی تھی۔

''ہاں......حادثہ ہی ملا سکتا تھا، تم ٹھیک کہتی ہو۔ اسی لیے تو لوگ معجزے کی دعا کرتے ہیں۔ معلوم نہیں کیوں ہم مان نہیں جاتے۔ وہ جو بالکل ہمارے سامنے کی بات ہوتی ہے۔ وہ نظر نہیں آتی......ہم دوستی کا راگ الاپتے رہے اور فطرت اپنا کام کرتی رہی...... وہی فطرت جو مرد اور عورت کے درمیان اللہ نے رکھی ہے۔ یہ ہمارے طے کرنے کا کام تو نہیں تھا ناں...... انحراف تباہ کُن ہے...... برباد کر دینے والا ہے۔'' اس نے تاسف سے شدید احساس کے تحت کہا اور وہ خاموش رہی۔ وہ دونوں ہی جانتے تھے کہ یہ ان کا مشترکہ پچھتاوا ہے۔

''ٹینا ہم اتنے اور ایسے پھیکے تو نہیں تھے، ہمارے پاس بات نہیں ہوتی کرنے کو...... ہمارے پاس منٹوں ہنسنے کے لیے کوئی اِک فضول سی وجہ بھی نہیں ہوتی......ہم ایک دوسرے کو مشورہ دینے سے قاصر ہیں اور ہم یوں ہیں کہ جیسے آج ملے ہوں......ہم پہلے جیسے کیوں نہیں ہیں ٹینا؟'' اور ٹینا نے کرب سے آنکھیں میچی تھیں۔ اس کے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔

''چلو آؤ پپو کو ڈھونڈتے ہیں...... پھر سے اس کا مذاق بناتے ہیں۔ وہ تمہیں لائن مارے گا تو اب...... اب میں اسے......'' اور وہ کہتے، کہتے رک سا گیا۔ ٹینا بے اختیار مسکرائی اور زیرِ لب دُہرایا۔

''اب......'' اس کی آنکھوں میں یک دم اک چمک سی ابھری تھی۔ وہ مڑی، مسکراتی آنکھوں سے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

''اب تم اسے کیا ٹپو......؟ ہیں؟ بولو ناں...... بتاؤ ناں......؟'' وہ اس کا گھٹنا ہلا کر پوچھ رہی تھی۔

''اب میں گھونسا مار کر اس کا جبڑا توڑ ڈالوں گا اور کہوں گا......'' وہ پھر سے رکا......اس کا چہرہ تپا ہوا دکھتا تھا۔ لان کی طرف نیچے اترتی سیڑھیوں پر وہ دونوں اوپر نیچے بیٹھے ہوئے تھے۔ اک آدھ روشنی جلی

www.urdugem.com

ہوئی تھی.....اور ماحول کو مکمل اندھیرے میں ڈوبنے سے بچائے ہوئے تھی۔ اور اس ملگجی سی روشنی میں وہ اس کا تپنا بہت اچھی طرح سے محسوس کر سکتی تھی۔

''کیا کہو گے؟'' اس نے پھر سے اکسایا.....

شرارت بھری مسکراہٹ کے ساتھ.....''ٹپو؟'' اب کہ آواز خفگی لیے ہوئے تھی۔

''کہوں گا سالے.....میری بیوی کو لائن مارتا ہے۔'' اور وہ یوں دانت پیس کر بولا کہ جیسے سچ میں کسی پپو نے اس کی بیوی کو لائن ماردی تھی۔ وہ زور سے ہنسی.....اور وہ اسے ہنستے دیکھ کر اک عجیب سے احساس سے روشناس ہوا۔ ہنسی.....؟ تو اب بھی یہ زندگی میں تھی۔ اس نے ہنستے، ہنستے سانس بحال کی اور پھر اک گہری سانس بھر کر اپنا سر ٹپو کے گھٹنے سے ٹکایا..... وہ اب دور.....تاروں بھرے آسمان کو تکتی تھی۔

''سنو ٹپو.....'' اس نے پکارا تھا۔

''تمہیں پتا ہے، وہ پہلے جیسے ٹینا اور ٹپو وہ اب دوبارہ لوٹ کر نہیں آسکتے.....وہ وہیں رہ گئے۔ وقت کے اک گزرے لمحے میں قید.....اب ہم چاہ کر بھی ویسے نہیں ہوسکتے۔ اب ہم ویسی چیزوں اور باتوں سے لطف اندوز نہیں ہوسکتے کہ جیسے تب ہوا کرتے تھے۔ ہم کسی فضول سی وجہ کو لے کر منٹوں ہنس بھی نہیں سکتے۔ اور ہاں! ہم آج ہی ملے ہیں، ہم نہیں جانتے کہ وہ ٹپو اور ٹینا کون تھے.....آؤ انہیں بھول جائیں، دفن کردیں انہیں کہ یہ ہماری ''آج'' کی زندگی کا خراج ہے۔ سمجھو کہ ہم نے یہ قیمت ادا کر کے اک دوسرے کو پالیا۔ میں ہوں حمکین علی اور تم ہو احمد شفیع.....اور آؤ احمد شفیع ہم آج کی زندگی کی خوب صورتیاں تلاش کریں۔ آؤ کہ بھول جائیں وہ تمام تلخ یادیں..... جو کہ ہمارے بدنوں میں سوئیوں کی طرح گھبی ہیں، ہمیں حنوط کرنے کا موجب ہیں، آؤ ان سوئیوں کو اب ان زہر آلود کانٹوں کو اپنے، اپنے بدنوں سے نکال کر باہر کریں اور پھر سے جی اٹھیں.....

میں غم کی بات نہیں کرتی.....اسے بھولنے کا نہیں کہتی وہ ہم مل کر منائیں گے.....مل کر سہیں گے.....کیوں ہم آہ بھر، بھر کر گزرے وقت کو یاد کریں۔ اور پھر سے ویسا بن جانے، ویسا ہوجانے کی حسرت بھری تمنا کریں.....ہم آج کو کیوں نہ جئیں کہ یہ تو ہماری مٹھی میں ہے، ہمارے بس میں ہے ناں.....ماضی تو نہیں آسکتا اب.....کیا گزرا وقت کبھی لوٹتے دیکھا کسی نے؟ نہیں ناں تو زندگی پھر سے ہنسنے کے لیے یہ اتنے سارے بہت سارے مواقع دے گی۔ نیا دن ہوگا.....نئی باتیں ہوں گی۔ نئے مسئلے ہوں گے اور کئی نئے خوب صورت لمحے بھی.....مگر یہ تب ہوگا کہ جب ہم ٹپو اور ٹینا کو بھول کر حمکین اور احمد کی زندگی شروع کریں گے۔ ہم آج میں رہنا، زندہ رہنا سیکھیں گے..... ہے ناں احمد شفیع ہم سیکھیں گے ناں؟'' اور اب کی بار اس نے مڑ کر نم آنکھوں کے ساتھ احمد شفیع کو دیکھ کر تصدیق چاہی تھی۔ وہ چند لمحے اسے تکتا رہا۔ اور پھر وہ بھی نم.....پانی سے لبریز آنکھوں کے ساتھ مسکرایا اور مسکرا کر کہا۔

''ہاں، حمکین علی، ہم اپنا آج جئیں گے ضرور جئیں گے۔'' اور اس کی یقین دہانی کے بعد وہ یوں پُرسکون ہوئی جیسے کوئی بچہ ماں کی گود میں پُرسکون نیند سوتا ہے۔ اس نے پھر سے اس کے گھٹنے سے سر ٹکایا اور ایک بار پھر سے تاروں بھرے آسمان کو تکنے لگی تھی۔ وہ دو دوست تھے.....ٹپو اور ٹینا.....اور یہ دو محبت کرنے والے تھے.....حمکین علی اور احمد شفیع.....جنس مخالف میں دوستی، آشنائی، ہیلو، ہائے اور اسی طرح کے دوسرے تعلقات ان دریاؤں کے مانند ہوتے ہیں جو کہ ہمیشہ محبت کے پاکیزہ اور خوب صورت سمندر میں نہیں گرتے۔ کبھی، کبھی یہ کسی گندے نالے، کسی بدبودار کیچڑ بھرے تالاب میں بھی جا گرتے ہیں تو دریا کو چڑھنے سے پہلے ہی بند باندھیے کہ فطرت کے قوانین کا انحراف تباہ کن ہے۔

gem.com